خلافتِ شرعیہ کے لیے قرشی ہونا شرط ہے

دوام العیش

فی الائمۃ من قریش

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

الرائیں پبلشرز۔ ملتان روڈ لاہور

خلافتِ شرعیہ کے لیے قرشی ہونا شرط ہے

دوام العیش

فی الائمۃ من قریش

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

تقدیم: پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

...ئیں پبلشرز اردو بازار، لاہور

کتاب : ____ دوامُ العیش فی الائمۃ من قریش
تصنیف : ____ اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ
ناشر : ____ ممتاز احمد قادری

تزئین : ____ محمد عاشق حسین ہاشمی خوشنویس

تعداد : ____ ایک ہزار
افتتاحیہ ____ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مطبع : ____

سنِ اشاعت : ____ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

ہدیہ : ____ ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ :

مکتبہ رضویہ ۱۱۱- اچنت گڑھ / انجمن شیڈ لاہور

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ / اندرون لوہاری دروازہ لاہور

مکتبہ اشرفیہ ○ مریدکے / شیخوپورہ۔ پاکستان

اِفتتاحیہ

"دَوام العیش فی الائمۃ من قریش"

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

(۱)

امام احمد رضا اپنے وقت کے عظیم مدبر اور غیور سیاست دان تھے۔ سیاسی معاملات میں سلامت رَوی، اعتدال پسندی، مآل اندیشی اور تدبر و تحمل کے قائل تھے۔ انہوں نے اس منتشر قوم کی شیرازہ بندی کی جس نے ۱۸۵۷ء میں مینار عظمت و شوکت زمیں بوس ہوتے دیکھا تھا، ان کے سیاسی افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل رسائل و کتب کا مطالعہ ضروری ہے،

۱- انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء

۲- اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء

۳- تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

۴- دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

۵- المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

۶- الطاری الداری لھفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

ان رسائل کے مطالعہ سے مندرجہ نکات سامنے آتے ہیں،

۱- امام احمد رضا سیاسی مصلحتوں کی بنا پر شریعت کے کسی حکم سے اعراض کرنے کیلئے آمادہ نہ تھے۔
۲- سیاسی معاملات میں اشتعال انگیزی اور جذباتیت کو پسند نہ کرتے تھے۔

۳۔ قوم پرستانہ سیاست پر وحدتِ ملی کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ، ہندو و آتش پرست، بلکہ تمام مرتدین و مشرکین کو مسلمانوں کا بدخواہ سمجھتے تھے اور ان سے سیاسی مفاہمت کو مسلمانوں کے لیے مضر و غیر مفید۔

اس وقت امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر سیر حاصل لکھنا مقصود نہیں، بلکہ رسالہ "دوام العیش" کا سرسری جائزہ لینا ہے۔ اس رسالے کے مطالعہ سے امام احمد رضا کے سیاسی فکر کے بعض گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بحث کی گئی ہے۔ اس مسئلے میں امام احمد رضا کو ابوالکلام آزاد اور اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے سخت اختلاف تھا۔ [1] امام احمد رضا کے خیال میں ان دونوں حضرات نے سیاسی مصالح کی بنا پر شرعی حدود سے تجاوز کر کے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا تھا۔

رسالہ "دوام العیش" ۱۹۲۲ء میں بریلی میں چھپا اور وہیں سے شائع ہوا۔ امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے ۱۲ صفحات پر مشتمل ایک دیباچے کا اضافہ کیا ہے۔ صفحہ ۱۴ سے ۷۰ تک اصل رسالہ ہے۔ رسالے کا موضوع خلیفۂ اسلام کے لیے شرطِ قرشیت ہے۔ امام احمد رضا شرعی نقطۂ نظر سے "قرشیت" کو خلیفہ کے لیے لازمی شرط قرار دیتے تھے، لیکن ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی اس کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

تحریک خلافت (۱۹۲۰ء) کے زمانے میں امام احمد رضا سے اس سلسلے میں استفسار کیا گیا، اور جواب دینے کے لیے اصرار کیا گیا جس کا اصل مقصد امام احمد رضا کو بدنام کرنا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ امام احمد رضا غور و فکر کے بعد جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس میں مشکل ہی سے لچک پیدا ہوتی ہے۔ امام احمد رضا کی اس خوبی اور اصابت رائے کا ذکر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اس طرح کیا تھا

---

[1] ابوالکلام آزاد (م ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء) اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء) نے تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) میں اہم کردار ادا کیا اور سیاسی جدوجہد میں مسٹر گاندھی کے ہمنوا رہے۔ (مسعود)

"مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے
یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے، لہٰذا انہیں اپنے
شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کہیں تبدیلی یا رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑی"[1]

ڈاکٹر اقبال مرحوم، امام احمد رضا سے ذاتی طور پر بھی متعارف تھے، چنانچہ بقول شاہ ماما میاں قادری، انجمن نعمانیہ لاہور کے ایک اجلاس میں یہ دونوں حضرات موجود تھے۔

بہر کیف عرض یہ کرنا ہے کہ امام احمد رضا کے مخالفین کو ان کی صلابت و اصابت رائے کا اندازہ تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ مسئلہ خلافت میں ان کو اراکین تحریک خلافت سے اختلاف ہے اس لیے اور اصرار کیا گیا، مگر امام احمد رضا نے خاموشی اختیار کی اور ترکوں کی حمایت و تائید کے لیے جو طریقہ کار وہ جائز اور ضروری سمجھتے تھے، اس پر عمل کیا۔ مخالفین نے امام احمد رضا کی اس عاقبت اندیشانہ خاموشی کو انگریزوں کی خیرخواہی پر محمول کیا، لیکن تاریخی حوادث نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا ہے اور اب ہم حتمی طور پر کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ایک خطبے اور ابوالکلام آزاد کے رسالے "جزیرۃ العرب" کے بارے میں بعض استفسارات آئے جس کے جواب میں امام احمد رضا نے رسالہ "دوام العیش" تحریر فرمایا اور ایک مقدمہ و تین فصلوں پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کی مبحث سوم شروع کی تھی کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ پھر دوسرے ہی سال ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے۔

ایک سال بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء کو یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جبکہ خود ترکوں کے ہاتھوں خلافت کا دامن تار تار ہو چکا تھا اور ہندوستان میں مسٹر گاندھی نے بڑی چابکدستی سے ایک دوسرا بہانہ بنا کر تحریک ترکِ موالات ختم کر دی تھی۔ تحریکِ خلافت، تحریک ترکِ موالات کی اساس تھی، جس کو ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد

---

[1] شریک مجلسِ اقبال ڈاکٹر عابد علی مرحوم، خود نوشت بیان، محررہ یکم اگست ۱۹۷۸ء

کے تحت شروع کیا تھا ـــــــ مناسب مقام پر ان دونوں تحریکوں کے متعلق قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا رسالہ "دوام العیش" بعض استفسارات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ یہ استفسارات ایک استفتاء کی صورت میں امام احمد رضا کے سامنے پیش کیے گئے تھے، اس استفتاء میں تین سوالات ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ مسلمانوں پر سلطنتِ عثمانیہ کی اعانت لازم ہے یا نہیں؟

۲۔ فرضیتِ اعانت کے لیے سلطان کا قرشی ہونا یا خلیفہ شرعی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۔ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نزدیک خلافتِ شرعیہ کے لیے قرشیت شرط نہیں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ [۱]

پہلے اور دوسرے سوالات کے جواب میں امام احمد رضا نے فرمایا،

"سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ، ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت، ہر جماعت مسلمان، نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں "قرشیت" شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے۔" [۲]

تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا،

"البتہ اہل سنت کے مذہب میں خلافتِ شرعیہ کے لیے ضرور "قرشیت" شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں، اسی پر صحابہ کا اجماع ہے ..... مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین ..... ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے، سوا اس کے جو ساتوں شرط خلافت اسلام

---

[۱] احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء ص ۱۳ (ملخصاً)

[۲] " " " " " ص ۱۴

عقلؔ، بلوغؔ، حریتؔ، ذکورتؔ، قدرتؔ، قرشیتؔ سب کا جامع ہوکر تمام مسلمانوں کا فرماں روائے اعظم ہو۔" [۱]

اس وضاحت کے بعد امام احمد رضا نے مورخانہ انداز میں تاریخ اسلام کا اجمالی جائزہ لیا ہے اور حقائق وشواہد کی روشنی میں یہ بتایا ہے کہ ہر دور میں "قرشیت" کو خلافتِ شرعیہ کے لیے شرط سمجھا گیا ہے۔ یہ بحث صفحہ ۱۵ سے ۲۵ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ میں "خلیفہ" اور "سلطان" کے فرق کو واضح کیا ہے اور دونوں کے لوازم و شرائط پر بحث کی ہے اور مندرجہ ذیل نکات بیان کیے ہیں:

۱۔ خلیفہ حکمرانی وجہانبانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق، تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے۔ [۲]

۲۔ خلیفہ کی اطاعت، غیر معصیتِ الٰہی پر تمام اُمت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے۔ [۳]

۳۔ خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا، حقیقۃً فرض ہوگیا، جس مباح سے منع کیا، حقیقۃً حرام کیا گیا۔ [۴]

۴۔ خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہوسکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ [۵]

---

[۱] احمد رضا خاں: "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۴، ۱۵
[۲] " " " ص ۲۵
[۳] " " " "
[۴] " " " "
[۵] " " " ص ۲۶

۵۔ کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں، مگر ہر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے۔ [1]

۶۔ خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہو سکتا۔ [2]

۷۔ سلطنت کے لیے "قرشیت" درکنار "حریت" بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے۔ [3]

مقدمے کے بعد امام احمد رضا نے فصل اوّل قائم کی ہے جس میں احادیثِ متواترہ اجماعِ صحابہ و تابعین و ائمہ اُمّت و مذہب اہلِ سنّت سے "شرطِ قرشیت" کا ثبوت پیش کیا ہے اس سلسلے میں پہلے کتبِ عقائد کے حوالے دیے ہیں [4] پھر کتبِ حدیث کے حوالے دیے ہیں [5] اس کے بعد کتبِ فقہ حنفی وغیرہ سے [6] اس طرح تقریباً پچاس حدیثیں اور کتبِ عقائد، تفسیر، حدیث و فقہ کی بالونے عبارتیں اپنے موقف کی تائید میں پیش کی ہیں۔

فصل اوّل کے بعد صفحہ ۴۳ سے دوسری فصل شروع ہوتی ہے جس میں پہلے اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت کے خلافت و قرشیت سے متعلق حصے پر تنقید کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کے علمی و فقہی تسامحات کی گرفت کی ہے۔ [7]

---

[1] احمد رضا خاں:	"دوام العیش"	مطبوعہ بریلی	ص ۲۷	
[2]	"	"	"	"
[3]	"	"	"	"
[4]	"	"	"	۳۳-۲۸
[5]	"	"	"	۳۶-۳۳
[6]	"	"	"	۴۲-۳۷
[7]	"	"	"	۶۳-۴۳

تیسری فصل میں ابوالکلام آزاد کے رسالے "خلافت" کے مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے ان کی قیاسی لغزشوں کی گرفت کی ہے۔ [1]

امام احمد رضا، مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو تو علماء میں شمار کرتے تھے مگر ابوالکلام آزاد کو خاطر میں نہ لاتے تھے جس کا اندازہ اس جملے سے ہوتا ہے:

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث و فقہ کا سمجھنا اور۔ وہ "من" کا ترجمہ "سے" اور "الیٰ" کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا۔" [2]

مسئلہ خلافت پر امام احمد رضا نے جو موقف اختیار کیا تھا، خود ترکی کے انقلاب (۱۹۲۲ء) نے اسے سچ کر دکھایا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی عبدالمجید خان کو معزول کر دیا حالانکہ خلیفہ کسی کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہوتا۔ انہوں نے سلطان عبدالمجید خاں کو بادشاہ سمجھ کر ہی معزول کیا اور یہی امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ عبدالمجید خلیفہ نہیں، بادشاہ ہیں۔ بہرکیف مصطفیٰ کمال پاشا نے ان کو معزول کر دیا۔

اخبار "ہمدم" لکھنؤ کی اطلاعات کے مطابق یہ حقائق سامنے آتے ہیں:

۱۔ جمعیت عالیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان معظم کو معزول کر دیا ہے۔ [3]

۲۔ انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائے گی۔ [4]

۳۔ جمعیت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لیے کسی کو نامزد نہیں کیا ہے اور بلالحاظ رعایات خاندانِ عثمانیہ فرمانروائے قوم منتخب کرنے کا حق جمعیت ملیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔ [5]

۱۔ احمد رضا خان: "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۶۳ - ۶۷

۲۔ " " " ص ۶۹

۳۔ اخبار "ہمدم" لکھنؤ شمارہ ۷، نومبر (۱۹۲۲ء) (ملخصاً)

۴۔ " " " صہ ۲

۵۔ " " "

اس انقلاب اور ان اخباری اطلاعات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصرھم اللہ نصراً عزیزاً، سُلطانِ معظم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطنتہ کو خلیفۂ شرعی نہیں جانتے۔ ؎۱

تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام احمد رضا کے افکار و خیالات میں وزن معلوم ہوتا ہے۔ جب جذباتیت کے بادل چھٹ گئے اور اعتدال کی ہوا چلی، تو بات سمجھ میں آنے لگی۔

مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگرچہ چہرۂ پُرنور ماہتاب صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک تیرگیاں چھائیں اور رُوئے آفتاب حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراونی بدلیاں آئیں، مگر ہمارے قلوب بفضلہٖ تعالیٰ مطمئن تھے۔ ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم میں ہوا ہے، آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا، وہ دن آ ہی گیا، وہ تیرگی اور تاریکی کافور ہوئی اور حق کا جگمگاتا، چمکتا، دمکتا پُرنور چہرہ، آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے باطل وہ تھا۔" ؎۲

مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے ان حضرات سے تین سوالات کیے ہیں جو

؎۱ احمد رضا خاں: "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۳

؎۲ " " " "

سلطان عبدالحمید خاں کو خلیفۂ شرعی تسلیم کرانے پر اصرار کرتے تھے۔

۱۔ سلطان مراد کی معزولی کے بعد عبدالحمید خاں سلطان ترکی ہوئے۔ اگر سلطان مراد کو خلیفہ تسلیم کیا جائے، تو سلطان عبدالحمید پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۲۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کیا، اگر واقعی عبدالحمید خاں خلیفہ تھے، تو مصطفےٰ کمال پاشا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۳۔ جب سلطان عبدالحمید خاں کی خلافت سے انکار کفر تھا، تو جس نے اس کو معزول کیا، اس پر تو اس سے بڑا فتویٰ لگنا چاہیئے تھا، مگر غازی مصطفےٰ کمال پر فتویٰ لگانے کے بجائے ان کو مبارک باد کے تار بھیجے گئے۔

مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں ارکانِ خلافت سے پھر سوال کرتے ہیں،

"کیا ان کو باغی و کافر کہا جائے گا، جس طرح شریفِ مکہ ملک الحجاز کو سلطان کی اطاعت سے سرتابی پر باغی اور واجب القتل کا حکم لگایا جا چکا ہے؟ انسان کو چاہیے کہ بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے مآل و انجام پر نظر رکھے، جس کا آخر حسن ہو، اسے اختیار کرے، ورنہ نہیں۔

تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلے میں اختلاف کا حاصل سوائے تشتت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا۔ ترکوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا، ہاں اختلاف مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔" [1]

---

[1] احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۱۰

(۲)

سیاسی جدوجہد کے کچھ داخلی اور کچھ خارجی عوامل ہوتے ہیں۔ ان عوامل کی تعمیر و تشکیل میں تاریخ اہم کردار ادا کرتی ہے، اس لیے تحریکِ آزادی کے تین فریق مسلمان، ہندو اور انگریز کے جذبات و احساسات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان و ہندوستان کی گزشتہ تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالی جائے۔ تحریکِ خلافت اور پھر تحریکِ ترکِ موالات میں درپردہ یہی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔ ؎[1]

مطبوعہ تاریخ کے مطابق سرزمین پاکستان و ہندوستان پر گیارہ بارہ سو برس تک ہندو اور بدھ حکمران رہے، پھر آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان آئے اور بارہویں صدی عیسوی تک دہلی پہنچ گئے۔ رفتہ رفتہ کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور افغانستان سے لے کر برما تک کا وسیع و عریض علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں آگیا اور انہوں نے مجموعی طور پر تقریباً ایک ہزار برس حکومت کی۔ ہم دورِ عروج کو چھوڑتے ہیں، دورِ زوال کی بات کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بعد ہی آزادی کے لیے پھر سے جدوجہد شروع ہوتی ہے۔

پاک و ہند میں اورنگ زیب عالمگیر کا دورِ حکومت، سلطنتِ اسلامیہ کا عہدِ شباب کہا جا سکتا ہے۔ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد دورِ زوال شروع ہوتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد یکے بعد دیگرے پانچ بادشاہ تخت نشیں ہوئے، پھر بعہد محمد شاہ بادشاہ۔

شاہِ ایران، نادر شاہ کے حملے (۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء) نے سلطنتِ مغلیہ کو اور صدمہ پہنچایا احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں سے مقابلہ کرکے (۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء) سلطنت کو سہارا دیا۔ شاہ عالم ثانی

؎[1] تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات سے متعلق تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب "تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم" (مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۹ء) مطالعہ کریں۔ (مسعود)

کو دہلی کی بادشاہت سپرد کر کے چلا گیا۔ شاہ عالم کے بعد ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء میں اس کا بیٹا اکبر شاہ ثانی، اس کے بعد ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۷ء میں اس کا بیٹا ابوظفر بہادر شاہ ثانی بادشاہ ہوتے، لیکن نام کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ وہ بھی ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء میں ختم ہو گیا۔

اب انگریزی اقتدار کی طرف آیئے۔ سولھویں صدی عیسوی کے ختم ہوتے ہوتے انگریز ہندوستان پہنچ چکے تھے۔ ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ کی اجازت سے باضابطہ ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی گئی۔ سو ڈیڑھ سو برس تک اس کمپنی نے صرف تجارت سے سروکار رکھا، لیکن پھر ملکی سلطنت کو کمزور دیکھ کر سلطنت و حکومت کے خواب دیکھے جانے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۵۱ء میں کرناٹک پر انگریزی اثر قائم ہوا۔ ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۷ء میں بنگال بھی انگریزوں کے زیر اثر چلا گیا۔ ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء میں کلکتہ سے دہلی تک اور ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء میں میسور سے ہمالیہ کی ترائی تک انگریزوں کے زیر اثر چلا گیا۔ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں سندھ پر قبضہ ہو گیا۔ ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر۔ اور ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۳ء میں برما پر اور ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں اودھ پر۔ اس طرح کشمیر سے راس کماری اور درۂ خیبر سے برما تک انگریزوں کا راج قائم ہو گیا۔ ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے سنبھالا لیا مگر تیر جستہ واپس نہ آسکا۔

۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج ختم ہو گیا اور انگلستان کی حکومت نے پاکستان اور ہندوستان کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ تھی غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال اور انگریزوں کے عروج کی داستان۔

ہندو چونکہ مسلمانوں سے قبل غیر منقسم ہندوستان پر حکومت کر چکے تھے، اس لیے مسلمانوں کے دور سلطنت ہی سے سیاسی سطح پر ابھرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مسلمانوں کے زوال نے ان کو اور زیادہ فعال بنا دیا اور اب وہ اپنے اقتدار و حکومت کی باتیں سوچنے لگے۔

انگریز کی نگاہوں میں صرف مسلمان تھے، اس لیے ہندوؤں کی جدوجہد کے لیے میدان اور ہموار ہوگیا، پھر بھی وہ محتاط رہے اور آڑے وقت مسلمانوں ہی کو آگے کرتے رہے اور مسلمانوں کو آگے رہ کر کام کرنے میں کبھی باک محسوس نہیں ہوا۔

بہر کیف ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگرس کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس میں ایک انگریز آر۔ اے ہیوم نے اہم کردار ادا کیا۔ ہندوؤں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مسلمان بھی شریک ہوئے، لیکن بال گنگا دھر تلک اور بپن چندر پال جیسے ہندو لیڈروں کے عزائم نے ان کو متنبہ کر دیا۔ ان لیڈروں کے یہ عزائم تھے کہ جزیرہ نمائے پاکستان و ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک ہندو تہذیب و تمدن کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے، چنانچہ ۱۹۱۰ء میں کانگرس اعتدال پسند اور انتہا پسند دو گروپوں میں بٹ گئی۔

۱۹۰۴ء میں لارڈ کرزن کے زمانے میں بنگال کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، جس سے مسلمانوں کو فوائد حاصل ہوئے، مگر یہ بات ہندوؤں کو ناگوار معلوم ہوئی اس ناگواری سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں وہ مسلمانوں کو کوئی ایسی رعایت دینے کے لیے تیار نہ تھے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ بہر کیف تقسیم بنگال کی منسوخی کی کوشش کی گئی اور بالآخر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ کے زمانے میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا، اور دارالحکومت کلکتہ سے دہلی لایا گیا۔

تقسیم بنگال کی منسوخی سے ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے مارلے منٹو اصلاحات کے خلاف بھی پُرزور تحریک شروع کی جس میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کی رعایت دی گئی تھی اور کانگرس نے منظور بھی کر لی تھی۔ چند سال بعد ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں یورپ میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ اس جنگ میں جرمنی، آسٹریا اور ترکی وغیرہ ایک طرف اور دوسری طرف انگلستان، فرانس، اٹلی، روس اور امریکہ تھے۔

برطانیہ کی طرف سے غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً دو لاکھ ہندو مسلمان فوجی اس جنگ

میں شریک ہوئے ۔ مصر، فلسطین، شام میں جو معرکے ہوتے، اس میں ہندوؤں اور مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں بہت سے ترک مسلمان بھی شہید ہوتے ۔

دورانِ جنگ (۱۹۱۷ء/۱۳۳۵ھ) میں غیر منقسم ہندوستان کو با اختیار حکومت دینے کا اعلان کیا تھا۔ خوشی خوشی انگریزوں کی حمایت میں ہندو اور مسلمان سپاہی لڑے اور مسٹر گاندھی نے ہمت افزائی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ [1]

۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم ختم ہوئی۔ جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی اور آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی۔ ترکوں سے ذلت آمیز معاہدہ کیا گیا اور برطانیہ و فرانس نے اس کے حصّے بخرے کر لیے، مگر غیر منقسم ہندوستان کو آزادی نہ ملنا تھی نہ ملی، چنانچہ جو لوگ آزادی کی لو لگائے ہوئے تھے، ان کو انگریزوں کی بدعہدی اور وعدہ خلافی سے سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور اب وہی لوگ جو جنگِ عظیم کے دوران انگریزوں کے حامی و مددگار تھے، ان کے خلاف ہو گئے۔ جاں نثار، دشمنِ جاں ہوئے، اس حد تک کہ اب جو انگریزوں کی مخالفت نہ کرے، وہ کافر و غدار ــ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے۔ مسلمان جذباتی واقع ہوتے ہیں۔ اہلِ سیاست نے انہیں کو تاکا۔ پہلے پہل یہ باور کرایا گیا کہ سلطنتِ ترکیہ، خلافتِ اسلامیہ ہے اور سلطان ترکی خلیفۂ اسلام اور حفاظتِ خلافت کے لیے جان دینا فرضِ عین۔

بس پھر کیا تھا، ایک طوفان کھڑا ہو گیا، جذبات کا وہ سیلاب آیا کہ عقل و دانش کا دور دور پتا نہ ملا۔ بہت سے نیک دل علما بھی اس میں شریک ہو گئے، وہ سیاست کے نشیب و فراز سے بے خبر، سیدھے سادے مسلمان تھے۔

جہاندیدہ سیاست دانوں نے جب مسلمانوں کو جذبات کی آگ میں دھکیل دیا، تو چند ہی ماہ بعد ایک نیا قدم اٹھایا گیا اور ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے ایماء سے تحریک

---

[1] محمد سلیمان اشرف، النور، مطبوعہ علی گڑھ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) ص ۱۴۹

ترکِ موالات کا آغاز کیا گیا اور اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے، وہ کافر ۔ تیغ تکفیر کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا گیا، مگر ۱۹۲۲ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی کو معزول کرکے ہندوستانی سیاست کا پردہ چاک کر دیا۔

اب معلوم ہوا کہ یہ ساری جدوجہد کس لیے تھی۔ ادھر سلطان ترکی معزول ہوتے اور ادھر مسٹر گاندھی نے تحریک ترکِ موالات ختم کرنے کا اعلان کیا اور بہانہ کچھ اور بنایا، حالانکہ اگر خلافت ہی کی حفاظت مقصود تھی، تو اس کے لیے پہلے سے زیادہ جدوجہد کی ضرورت تھی کیونکہ جب تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا، سلطان ترکی معزول نہ ہوئے تھے، اب تو وہ معزول کر دیے گئے تھے

اس تحریک کے زمانے میں سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ جو حضرات خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کی جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ ہندوؤں کی ہمنوائی کو احیاء خلافت اسلامیہ کے لیے ممدو معاون سمجھ رہے تھے اور جوشِ جذبات میں اسلامی شعائر چھوڑ کر، شعائرِ کفر اپنا رہے تھے، چنانچہ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ بھی لگوایا، ہندو لیڈروں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، ہندو لیڈروں کو مساجد میں ممبرِ رسول پر بیٹھایا، قرآن پاک کو مندروں میں لے جایا گیا وغیرہ وغیرہ

امام احمد رضا قول و عمل کے اس تضاد سے حیران تھے۔ اس حیرانگی نے انہیں اس نتیجے پر پہنچایا کہ خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت محض دکھاوا اور ایک آڑ ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ انگریزوں کو مجبور کرکے غیر منقسم ہندوستان کے لیے با اختیار حکومت حاصل کی جائے، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے جس کا وعدہ کیا تھا۔ ابوالکلام آزاد کے مندرجہ ذیل خیالات سے امام احمد رضا کے

لہ ا - اشرف علی تھانوی ، افاضات الیومیہ ، جلد چہارم ، ص ۷۷

ب - محمد مظہر اللہ، مفتی ، فتاویٰ مظہری ، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء ، ص ۲۲۸

ج - السواد الاعظم ، (مراد آباد) شمارہ ، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء ، ص ۳۲

د - اخبار مدینہ ، (بجنور) شمارہ ، یکم اپریل ۱۹۲۰ء

ھ - جمیل الرحمٰن ، تحقیقاتِ قادریہ ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء ، ص ۳۷

اندیشوں کی تائید ہوتی ہے:

"کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے، بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے، تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی، اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرالیں۔" [1]

امام احمد رضا، ابوالکلام آزاد کے انہیں خیالات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے، اصل مقصود بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بجاری بھر کم خلافت کا نام لو، عوام بھڑیں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنا کی مقدس زمینیں" آزاد کرنے کا کام چلے ۔

اے پس رو مشرکاں بہ زمزم نہ رسی
کیں رہ کہ تو می روی بہ گنگ و جمن است

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (۲)

بہرکیف واقعات و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم کے دوران غیر منقسم ہندوستان کے سیاسی لیڈروں سے بااختیار حکومت دینے کا انگریزوں نے جو وعدہ کیا تھا اور پھر وعدہ خلافی کی، تو تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے پردوں میں حکومت خود اختیاری کی کوشش کی گئی اور اس کو مذہبی رنگ دے کر مخالفین کو کافر کہا گیا۔ [3]

---

[1] اشتہار: منجانب یوسف گمرگ پوری، مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۰ء، الہ آباد

[2] احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی، ص ۶۳

[3] اخبار "ہمدم" لکھنؤ، شمارہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

امام احمد رضا نے بھی مخالفین کے اس طرزِ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

"اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو، تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔" [۱]

سیاست دانوں کے اس غیر دانشمندانہ طرزِ عمل نے مسلمانوں کو امام احمد رضا سے بدظن کر دیا تھا۔ جس کا ذکر ایک معاصر قلم کار خواجہ حسن نظامی نے اس طرح کیا ہے :-

"مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہو گیا تھا اور مولانا اشرف علی کی طرح ان کے مرید و معتقد بھی اختلافِ خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔" [۲]

---

[۱] احمد رضا خاں ، "دوام العیش" ، مطبوعہ بریلی ص ۶۱

[۲] کتابی دُنیا ، کراچی ، جنوری ۱۹۶۷ء ، ص ۲

نوٹ : امام احمد رضا کا انتقال تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے ۱۹۲۱ء میں ہوا۔
(مسعود)

(۳)

اشتعال انگیزیاں، سیاستِ جدیدہ کا ایک موثر حربہ ہے، اس لیے جب اہل سیاست میدان میں آتے ہیں تو وہ اپنی اپنی بساط کے مطابق ایسی ایسی دل خراش ترکیبیں سوچتے ہیں جس سے اشتعال پیدا ہو اور مخالف زیر ہو جائے، خواہ انجام کچھ ہی ہو۔ اسلام میں ایسی سیاست کا وجود نہیں جو جماعتی مصالح کے لیے عوام الناس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو داؤ پر لگا دے۔

ابوالکلام آزاد دورِ جدید کی قوم پرستانہ سیاست میں بصیرت رکھتے تھے ہندوستان کی سیاست میں انھوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کو یقین تھا کہ وہ رہنمائی کی لیاقت رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا نے ابوالکلام آزاد کے اس جذبۂ قیادت سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے:

"مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں، ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب، قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے۔ تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے۔ دیکھو رسالۂ خلافت کا اخیر مضمون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ، میں تمہیں راہِ حق کی ہدایت کروں گا۔" لہ

لہ امام احمد رضا خاں، دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۸

نوٹ: آزاد کے بعض معتقدین ان کو "امام الہند" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، تو امام احمد رضا نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا ہے، غلط نہیں۔ (مسعود)

ابوالکلام آزاد غیر منقسم ہندوستان کے لیے ایک با اختیار حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے دراصل یہ مسٹر گاندھی کی چاہت تھی، مگر ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ یہ مقصد حاصل نہ ہو سکا اور سیاسی لیڈروں کو سخت مایوسی ہوئی ۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کا یہ مثبت پہلو تھا۔ منفی پہلو یہ تھا کہ اہل سنت کو بدنام کیا جائے۔

امام احمد رضا نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

"معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھنا ہے، اہل عقل و دین، اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں، تو انہیں مذہب اہل سنت ہر شئے سے زیادہ عزیز ہے ۔ مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے، لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پنجے جمیں ۔" [1]

امام احمد رضا کا یہ تجزیہ ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ اس وقت سے ابتک امام احمد رضا کے مخالفین کی طرف سے یہی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ملے ہوئے تھے ۔ مندرجہ بالا بیان سے اس کا اصل پس منظر سامنے آتا ہے، جہاں تک اس الزام کی صداقت و صحت کا تعلق ہے ۔ تحریکِ خلافت کے کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری نے رازِ درونِ خانہ کو طشت ازبام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ الزام سراسر جھوٹ ہے سیاسی مقاصد کیلئے لگایا گیا تھا [2]

---

[1] احمد رضا خاں ، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ، ص ۶۳

[2] یہ اظہارِ خیال اپنے تاثرات میں کیا ہے جو مولانا محمد مرید احمد چشتی کی تالیف جہانِ رضا میں شامل ہیں، ہنوز یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ۔ (مسعود)

بعض دوسرے حقائق و شواہد سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جن میں سے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابھی ابھی امام احمد رضا کے یہ الفاظ اوپر گزرے:

"یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوتے ہیں۔" [۱]

جو شخص نصاریٰ کے ساتھ موالات سے خدا کی پناہ مانگے، وہ بھلا کیسے نصاریٰ کا حامی مددگار کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۔ "روہیل کھنڈ اور بریلی کے علاقے میں امام احمد رضا کے جد امجد مولانا رضا علی خاں کا مکان مجاہدین آزادی کا مرکز بنا ہوا تھا۔" [۲]

ایسے مجاہد کا پوتا انگریزوں کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۳۔ "مراد آباد کے صدر الشریعہ مولانا کفایت علی کافی شہید نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ جب مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا، تو ۱۸۵۸ء میں مولانا کافی کو پھانسی دے دی گئی۔" [۳]

اس مجاہد کبیر اور شہید جنگ آزادی سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا، گو جب مولانا کافی کو پھانسی دی گئی، تو امام احمد رضا ایک طفل شیر خوار تھے۔

وہ خود تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا کافی علیہ الرحمہ کی زیارت آٹھ برس کی عمر میں خواب میں ہوئی۔ میری پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔" [۴]

---

[۱] احمد رضا خاں، دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۳

[۲] ا۔ المیزان (بمبئی ۱۹۷۶ء) ص ۲۳۰۔ ب۔ انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۲۱

[۳] رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (اردو) کراچی ۱۹۶۱ء، حاشیہ ص ۲۴۴

[۴] محمد مصطفےٰ رضا خاں، الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۴۳

امام نعت گویاں امام احمد رضا نے نعت گو شعراء میں مولانا کافی علیہ الرحمہ کو پسند کیا ہے اور انگریزی دور میں جب کہ انگریز کے باغی سے تعلق ظاہر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ امام احمد رضا نے نہ صرف اپنا قلبی تعلق ظاہر کیا، بلکہ انگریزوں کے اس دشمن جاں شہید اعظم کو بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم — چنانچہ فرماتے ہیں: ؎

مہکا ہے میرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم [1]

۴۔ علی گڑھ، لکھنؤ اور قادیان سے اٹھنے والی علمی و مذہبی تحریکوں پر امام احمد رضا نے سخت تنقید کی ہے اور بہت سے رسائل لکھے ہیں، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ ان تحریکوں کو انگریزوں کی رضا و خوشنودی حاصل تھی۔ اگر امام احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے، تو ان تحریکوں کی پُرزور حمایت کرتے۔

امام احمد رضا کو سرسید احمد خاں اور ان کی تحریک سے جہاں اور شکایات تھیں، وہاں یہ بھی شکایت تھی کہ وہ انگریزی تہذیب و تمدن کے اتنے آرزومند کیوں ہیں؟ جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس پر افسوس کرتے ہیں، گویا زبانِ بے زبانی کہہ رہے ہیں

؎ وائے بر آں کس کہ نہ نصرانی ست [2]

(ترجمہ) اس شخص پر افسوس ہے، جو انگریز نہ بنا

۵۔ یہی شکایت ندوۃ العلماء سے بھی تھی جس کا اظہار امام احمد رضا نے ۱۸۹۸ء میں پٹنہ کے عظیم الشان اجلاس میں برملا کیا تھا۔ انہوں نے اہلِ ندوہ کا یہ قول طنزاً نقل فرمایا:

---

[1] احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳ - ۹۴

[2] انوارِ رضا: مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۴۲۱

"خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔" [1]

پھر ان خیالات پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"جس نے تمام بدمذہبوں سے وِداد و اتحاد کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کا مثل بنایا۔" [2]

یہ بحث الگ ہے کہ اہل ندوہ نے ایسا کیا یا نہیں، ان کلمات سے جو بات مترشح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ناقل و ناقد انگریزی حکومت کی ایسی غلامی کو ناپسند کرتا ہے، چنانچہ ایک اور جگہ اہل ندوہ سے یہی شکایت کی ہے کہ

"داور و دادار را پرستش گورنر می کنند" [3]

(ترجمہ: انگریز گورنر کو اپنا منصف و دوست بنا رکھا ہے)

۶- ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا واقعہ پیش آیا جس سے مسلمانوں میں کافی اضطراب پھیل گیا۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو بعض مسلمان عمائدین نے انگریز وائسرائے ہند سے خلاف شرع ایک معاہدہ کر لیا تو امام احمد رضا نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور ایک رسالہ ابانة المتواری تحریر فرمایا۔ اگر وہ انگریز کے حامی ہوتے تو کم از کم خاموش ہی رہتے۔

۷- ۱۹۱۹ء میں مسئلہ خلافت پیش آیا، امام احمد رضا کو شرعی بنیادوں پر اس سے اختلاف تھا، جس کا تفصیلی ذکر پیچھے آچکا ہے۔ امام احمد رضا نے ایک استفتاء کے جواب میں مسئلہ خلافت پر محققانہ بحث کی اور اپنا موقف پیش کیا، چونکہ اس جواب کی اشاعت سے انگریزوں کو فائدہ

---

[1] محمد عبدالرحید: دربار حق و ہدایت، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ/۱۸۹۸ء، ص ۱۲۳

[2] 〃 〃 〃 〃 ۱۲۷

[3] انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۲۱۴

پہنچ سکتا تھا اس لیے اس کو شائع نہ کیا، چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء میں امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظرِ عام پر آیا۔

۸۔ تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) میں امام احمد رضا پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے گئے تھے:

ا۔ نینی تال پر لیفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

ب۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسبِ منشا فتویٰ لکھ دیا۔

د۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔

امام احمد رضا نے ان تینوں الزامات کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا، وہ ایک متعصب و عنید کے لیے بھی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لعنۃ اللہ علی الکذبین جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو۔" [1]

المختصر امام احمد رضا کی کوئی ایسی تحریر یا واقعہ راقم کی نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ ادنیٰ گمان بھی ہو سکے کہ وہ انگریزوں کے حامی و مددگار اور ان کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے حقیقت میں وہ تمام باطل فرق و مذاہب کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے جس کا احساس ہمیں اب ہوا ہے اور امام احمد رضا نے ۷۰ برس پہلے اس راز کو واشگاف الفاظ میں طشت ازبام کیا تھا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ؎

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن مارا　　مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا [2]

(ترجمہ و تشریح) کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے، خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک، خواہ یہودی ہو یا عیسائی اور آتش پرست۔

---

[1] السواد الأعظم (مرادآباد) شمارہ، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء، ص ۳۰

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں، الطاری الداری، حصہ سوم، مطبوعہ بریلی، ص ۹۹

امام احمد رضا ایک صاحب فکر و صاحب بصیرت مدبر و سیاست دان تھے۔ بقول ایک فاضل کسی فکر کی اہمیت اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے گھن گرج کے ساتھ رونما ہوا، کتنے آدمی شریک ہوئے، کس حد تک اس نے دنیا کا نقشہ بدلا، بلکہ اس بات میں ہے:

۱۔ زندگی میں حسن و صداقت کے کتنے نامعلوم پہلو اس نے اجاگر کیے؟

۲۔ جو صورت حال اس فکر کی محرک تھی، اس کے رد عمل میں کس مثبت اور قائم بالذات عمل کی تخلیق کی گئی۔

۳۔ وہ فکر زندگی کے لیے کیسے اعلیٰ مقاصد اور اقدار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ظلمت و بہیمیت سے نکال کر عدل و انصاف کی طرف لے جانے والا ہے؟

۴۔ اس فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو کس درجہ وسیع کیا جو اس وقت تک ممکن نظر نہ آتے تھے، جب تک وہ وقوع پذیر ہو گئے؟

۵۔ اس فکر نے انسانی زندگی پر اور تاریخی ادوار پر کیسا اور کتنا اثر ڈالا؟

اس معیارِ فکر کو سامنے رکھیے اور پھر دیکھیے کہ امام احمد رضا نے ملتِ اسلامیہ کو کیا کچھ دیا اور اپنے فکر و نظر سے کس طرح رہنمائی فرمائی۔ بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور میں ایسے یکہ و تنہا فرد نظر آتے ہیں، زمانے کے نشیب و فراز سے جن کی فکر میں کبھی لچک پیدا نہ ہو سکی۔ ان کی فکرِ رسا معاصر شخصیات تو شخصیات اداروں کی مجموعی فکر پر بھاری معلوم ہوتی ہے۔ روزِ اول انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی نجات ہندوؤں سے موالات و اتحاد میں نہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب قائدِ اعظم اور ڈاکٹر اقبال جیسے جلیل القدر زعماء بھی ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے اور بہت سے دوسرے علماء و عمائدین بھی شریک تھے، مگر چشمِ عالم نے دیکھا کہ جو امام احمد رضا نے فرمایا تھا، تاریخ نے اس کی تصدیق کی اور جو ممکن نظر نہ آتا تھا، بالآخر ممکن ہو گیا۔

پاک و ہند کی سیاست کے جس پہلو پر نظر ڈالیں گے۔ امام احمد رضا کی فکر تابناک نظر آئے گی۔ انہوں نے اپنے متعدد رسائل میں مسلم سیاست کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے مستقبل کی تاریخ میں وہی جھلکتا نظر آرہا ہے اور اب تو یہ ماضی کی باتیں ہونے لگیں۔ ذرا ان کے افکار کو ملاحظہ کریں:

۱۔ "انفس الفکر" لکھ کر امام احمد رضا نے یہ بتایا کہ غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق ہے اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسروں کی خوشنودی کے لیے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بالآخر سب نے اس حق کو تسلیم کیا اور آج بھی ہندوستان میں مسلمان اپنے مذہبی شعائر پر عمل پیرا ہیں۔

۲۔ "اعلام الاعلام" لکھ کر یہ بتایا کہ جس ملک پر مسلمانوں نے ہزار سال حکومت کی، چند برسوں میں وہ ایسا بیگانہ نہیں ہوگیا کہ اس کو دارالحرب قرار دے کر دشمن کے حوالے کر دیا جائے اور انجام کار مسلمانوں کو ملک چھوڑنے اور ہجرت پر مجبور کیا جاتے۔ بالآخر مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کیا گیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا اور ہندوستان میں بھی مسلمان جیسے پہلے رہتے تھے، آج بھی رہتے ہیں۔

۳۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" لکھ کر مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی اصلاح کے لیے ایک ضابطہ و دستور العمل پیش کیا۔ گو اس وقت زیادہ توجہ نہ دی گئی، لیکن اب اسلامی دنیا وہی کچھ کر رہی ہے جس کی نشان دہی ایک عرصہ پہلے امام احمد رضا کر چکے تھے۔ [1]

---

[1] پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے اس رسالے کو سامنے رکھ کر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے، جس کا عنوان ہے: "فاضل بریلوی کے معاشی نکات"
یہ رسالہ ۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

۴۔ "دوام العیش" لکھ کر انہوں نے بتایا کہ مسلمان کی مدد مسلمان پر فرض ہے، لیکن مدد کے پردے میں شریعت سے گریز کر کے ہندوستان میں ہندو راج یا سوراج قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔ بالآخر یہی ہوا، غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور ہندوستان میں بھی سوراج قائم نہ ہو سکا، لامذہبی حکومت قائم ہوئی۔

۵۔ "المحجة المؤتمنه" لکھ کر بتایا کہ مسلمانوں کے لیے ہندو مسلم اتحاد مضر اور غیر مفید ہے۔ ان کی نجات خود اعتمادی میں ہے۔ بالآخر واقعات و حادثات نے اس کی تصدیق کی اور جب مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی تو نجات حاصل کی۔ [1]

۶۔ "الطاری الداری" لکھ کر بتایا کہ اگر علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی پیروی کی، تو یہ بات مسلمانوں بلکہ خود اسلام کے لیے نہایت خطرناک ہوگی، چنانچہ مستقبل کی تاریخ نے ان اندیشوں کی تصدیق کر دی۔ [2]

---

[1] رسالہ "المحجة المؤتمنه" کی روشنی میں راقم نے ایک مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان ہے:

"فاضل بریلوی اور ترکِ موالات"

[2] مرکزی مجلس رضا لاہور نے ۱۹۷۱ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ اس کے بعد چار ایڈیشن اور شائع ہوئے۔ انگریزی سہ ماہی مجلہ "ہمدرد اسلامیکس" (کراچی جلد ۱، شمارہ نمبر ۲، ص ۸۰) میں جناب بزمی انصاری نے اس مقالے کی روشنی میں اس امر سے تو اتفاق کیا ہے کہ تحریک خلافت" اور "تحریک ترکِ موالات" کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے خلاف اٹھنے والی تنہا آواز امام احمد رضا ہی کی تھی، مگر اس سے اختلاف کیا ہے کہ مخالفت کی نوعیت سیاسی تھی ان کے نزدیک اس کی نوعیت خالصۃً مذہبی تھی، مگر راقم کے نزدیک اسلام میں مذہب اور سیاست دو علیحدہ چیزیں نہیں، مذہب اصل الاصول ہے اور سیاست اس کی فرع۔ حقیقی عالم وہی ہے جس کی سیاست پر گہری نظر ہو۔ راقم نے امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر ایک تحقیقی مقالہ حال ہی میں حکومت پاکستان کو پیش کیا ہے (مسعود)

[3] اس رسالے کو سامنے رکھ کر راقم نے "کلام الامام" کے نام سے ۱۹۷۰ء میں ایک مقالہ لکھا تھا جو مرکزی مجلس رضا لاہور کے پاس محفوظ ہے۔ (مسعود)

یہاں عبرت کے لیے فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر ماسینوں کا ایک بیان نقل کرتا ہوں جو حال ہی میں ایک کتاب میں نظر سے گذرا۔ علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی جو حمایت کی اور ان سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا، پروفیسر موصوف اس سے بیحد متاثر نظر آتا ہے اور اسی والہانہ محبت وعقیدت کو سامنے رکھ کر اس نے اپنے نتائج اخذ کیے ہیں۔ مسٹر گاندھی سے اپنے تعارف کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

(ترجمہ انگریزی) "تقریباً تیس برس ہوتے، ۱۹۲۱ء میں جبکہ میں پیرس یونیورسٹی میں اسلامی عمرانیات کا ایک جواں سال پروفیسر تھا۔ ڈاکٹر انصاری اور پروفیسر سید سلیمان ندوی یونیورسٹی آئے۔ یہ دونوں حضرات پیرس میں "خلافت مشن" کے صدارتی ارکان تھے۔ "مشن خلافتِ عثمانیہ کو بچانے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ ان دونوں نے مجھے گاندھی کی ستیہ گرہ کا عہد نامہ دیا جو میں نے REVUE DU MONDE MUSALMAN کے اپریل ۱۹۲۱ء کے شمارے میں چھپوا دیا اور یہ واضح کر دیا کہ ستیہ گرہ کا تصور اسلامی تصورات سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ مسلمانوں کے ذریعہ مسٹر گاندھی سے یہ میرا پہلا تعارف تھا۔ اس تعارف سے میں نے گاندھی کی ستیہ گرہ کے تصور کو سمجھا۔ ڈاکٹر عبدالماجد سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ ستیہ گرہ کا تصور مسلمانوں کے لیے بھی مقدس ہے۔ میں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ گاندھی میں کچھ ہے جو نہایت ہی بیش قیمت ہے کیونکہ شاید انسانی تاریخ میں پہلی بار ایک ایسا انسان اٹھا جس نے تعمیری سماجی نتائج کے ساتھ دوسرے مذہب والوں کو بھی متاثر کیا۔" [1]

پروفیسر ماسینوں کے اس بیان سے امام احمد رضا کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے جس کا اظہار انہوں نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ایک خط میں اس طرح کیا ہے ۔

---

[1] جی۔ بی سینی : بین المذاہبی مفاہمت کا پیامبر، مطبوعہ شکاگو ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۶

از بازوئے تو نظامِ دینِ گاندھی ست
قائم بتو انتظامِ دینِ گاندھی ست[1]

ترجمہ: تمہاری قوتِ بازو سے دینِ گاندھی کا نظام چل رہا ہے
تمہاری ذات سے دینِ گاندھی کا انتظام ہو رہا ہے

الغرض امام احمد رضا نے اپنی مومنانہ بصیرت سے جو کچھ سوچا اور سمجھا اور کہا، وہ اس قابل ہے کہ اسلامی تاریخ وسیاست کے مورخین ومحققین دل سے تمام عصبیتوں کو نکال کر اس طرف پوری توجہ دیں۔ امام احمد رضا کے افکارِ عالیہ میں عالمِ اسلام کے لیے بہت کچھ ہے۔ ہمارا ملی فریضہ ہے کہ اس پوشیدہ خزانے کو عالم آشکار کریں ؎

قوم روشن از سوادِ سرگزشت — خودشناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشت او چو از یادش رود — باز اندر نیستی گم می شود

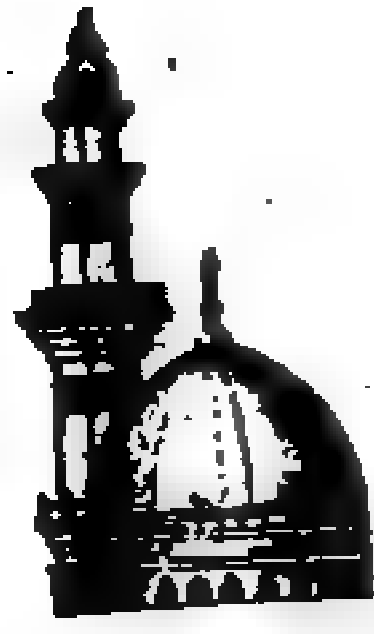
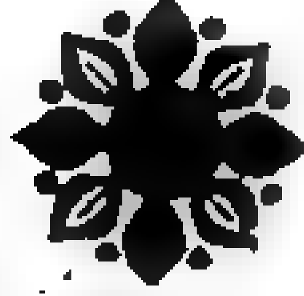
ضبط کن تاریخ را پاینده شو!
از نفس ہائے رمیده، زنده شو!

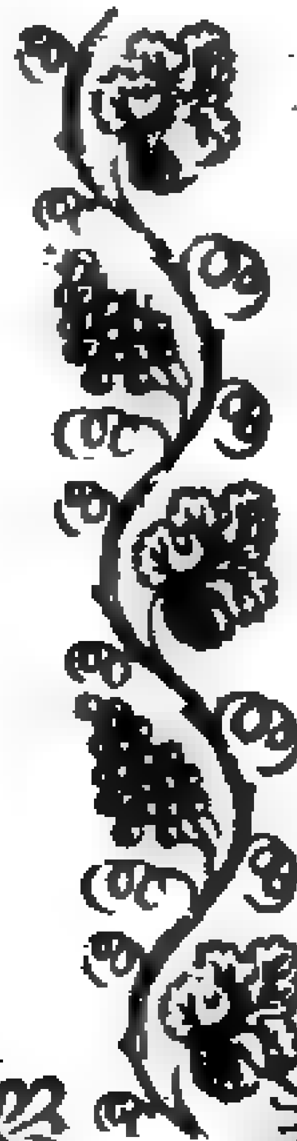
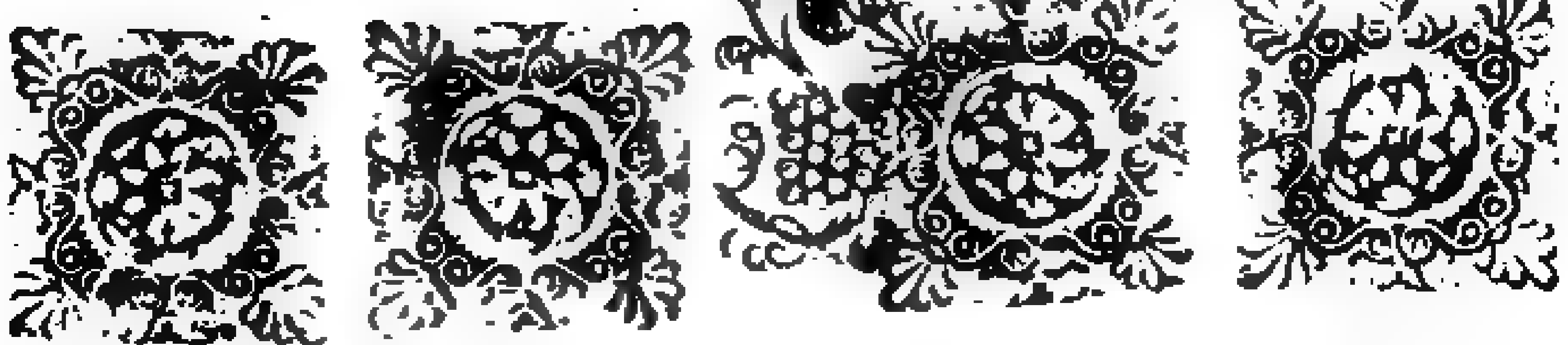
(اقبال)

احقر محمد مسعود احمد
(عفی عنہٗ)
گورنمنٹ سائنس کالج
سکرنڈ، ضلع نواب شاہ، سندھ
پاکستان
۲۷ — ۱۱ — ۷۹

---

[1] محمد مصطفٰے رضا خاں: الطاری الداری (۱۳۳۹ھ) حصہ سوم، مطبوعہ بریلی ص ۹۰

یا سیدی رسول اللہ



قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لا یزال ھذا الامر (ای الخلافۃ) فی قریش ما بقی من الناس اثنان (صحیحین)

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہمیشہ خلافت قریش کیلیے ہے جبتک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں

الحمد للہ سبحٰنہ

رسالہ مبارکہ من اعلیحضرت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیۃ شیخنا حضرۃ المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنا اٰمین جسکا نام تاریخی رسالہ مبارکہ بحالہ

مسمّی بنام تاریخی

حصہ اول

دوام العیش فی الائمۃ من قریش

۱۳۳۹ھ

جسمیں پچاس احادیث کریمہ ارشادات عظیمہ حضور پرنور سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام اور ستر کلام ائمہ وعلمائے اعلام کرم شرح کلام یعنی عبارات کتب تفسیر وحدیث وفقہ وعقائد وکلام سے اسکا عظیم ثبوت اور تحقیق تام کہ شرط قرشیت قطعی اجماعی ہے جسپر اجماع صحابہ کرام وتابعین عظام وسائر ائمہ امت ہے اور یہی مذہب مہذب اہلسنت وجماعت ہے نیز تمام مخالفین عموماً وخصوصاً مولوی فرنگی محلی اور مسٹر آزاد کے خیالات خام وباطل اوہام کا کافی رد وطرد ونقض وابرام ہے

مع نفیس وسلیس تمہید حمید

از تازہ افاضات وعمدہ افادات حضرت بالامنزلت خلف اصغر حضور اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالبرکات آل الرحمن محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم

بحسن اہتمام

جناب مولوی حسنین رضا خاں صاحب مالک مطبع حسنی بریلی میں چھپا

اور

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید رسالہ دوام العیش فی الائمۃ من قریش مصنفہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی حبیبہ ونبیہ محمد المصطفیٰ والہ الاصفیاء وصحبہ البررۃ الاتقیاء وسائر الخلفاء۔ حمد کی جان اوس مالک عرش وفرش پر قربان جس نے صدق وحق پسند کیا اور اوسے عزت دی اور اوس سے اپنی حمد فرمائی کہ فرمایا من اصدق من اللہ قیلا اور فرمایا ومن اصدق من اللہ حدیثا اور ارشاد ہوا واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل اور کذب وباطل کو سخت مبغوض رکھا اور کذابوں پر لعنت بھیجی اور اُن پہ اپنا غضب اوتارا کہ فرمایا لعنت اللہ علی الکذبین حق کو باطل پر ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا حق گو راستبازوں کا منہ اوجالا اور جھوٹے کذابوں دروغ بافوں ناپاکوں کا مونہ کالا کیا جس نے ہمیں یہ پیارا پیارا روح افزا جانفزا مژدہ سنایا قل جاء الحق

وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ثم فرما دو حق آیا اللہ باطل بھاگا اور باطل تو بھاگنے ہی کو تھا اور ہزاروں صلاۃ لاکھوں تسلیمات کروروں تحیات زاکیات کی نچھاور اوس کے مقدس رسول حبیب و محبوب طالب و مطلوب دانائے کل غیوب صادق و مصدوق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر جنھوں نے فرمایا الصدق ینجی والکذب یھلک سچ نجات دیتا ہی اور کذب ہلاک کرتا ہی پھر اُن کی آل و اصحاب پر جنھوں نے امتیاز حق و باطل کیلیے جان توڑ کوششین فرمائین اور دودہ کا دودہ پانی کا پانی کردیا۔

بعد حمد و صلاۃ حضرات کرام اخوان اہلسنت و جماعت سے گزارش۔ اگرچہ چہرہ پرنور ماہتاب صدق پر کذابون کے کذب کی نہایت وحشتناک تیرگیان چھائین اور روی آفتاب حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراونی بدلیان آئین مگر ہماری قلوب بفضلہ تعالی اطمئن تھے ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہی جو دم مین ہوا ہی آخر کار وہی ہوا جسکا ہمین شدت سے انتظار تھا وہ دن آ ہی گیا کہ وہ تیرگی دور اور تاریکی کافور ہوئی اور حق کا جگمگاتا چمکتا دمکتا پرنور چہرہ آفتاب نصف النہار کیطرح آنکھین خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہی اور باطل وہ تھا جو اسکے حضور جم نہ سکا۔ پتا توڑ بھاگا کہتک باطل حجاب حق کو چھپاتے نلکے جھوٹے نقاب صدق کی آڑ کر سکتے آخر حق کی شعاعون نے ان باطل پردون کو خاکستر کرہی دیا جھوٹے نقابون کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا جلوہ دکھا ہی دیا و للہ الحمد فی الاولی والاخرۃ۔ آپ حضرات نے اخبارات مین ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفی کمال پاشا اور اونکے ہمراہی نصرہم اللہ نصرا عزیزا۔ سلطان معظم خلد اللہ تعالے ملکہ و سلطنتہ کو خلیفہ شرعی نہین جانتے اور اخبار تو اخبار تعجب ہی کہ خلافت کے بڑے نامی گرامی حامی کامی ہمدرد و ہمراز ہمدم و ہمساز اخبار بھی اہجل و غیرہ شائع کر رہی ہین جنسے انکی خود ساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر بنگئی نیم جان کے گلے پر چھری پھر ہی گئی ہمدم کہتا ہے

انگورہ کی روش قطعی غیر مصالحانہ ہی اور اوسنے عزم بالجزم کیا ہی کہ حکومت آستانہ
کا عدم وجود برابر سمجھے لہٰذا جمعیت عالیہ ملیہ نے قصد کر لیا کہ وزیر اعظم کے تار کا کوئی
جواب بھی نہ دیا جاے اور خیال کیا جاے کہ حکومت آستانہ صرف ولایت قسطنطنیہ کی
انتظامی کونسل تک محدود ہے

مسلمانو آپنے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا فقرہ فقرہ خلافت کے دل مین تیز نشتر اور لفظ لفظ
گلوی خلافت پر خنجر کا کام کر رہا ہی کیا خلافت شرعیہ ایسی ہی چیز ہے جس سے یون سرتابی کیجا
لڑائی ٹھانی جاے وہ بھی ایسی کہ وہ جھک کر دوبکر پیام مصالحت بھیجے جب بھی اوس سے صلح نہ
کیجائے بلکہ اوسکے پیغام کا جواب تک نہ دیا جائے وہ اگر خلیفہ شرعی ہوتے اور مصطفےٰ کمال
پاشا اور انکے ہمراہی یہ حضرات اونھیں خلیفہ ہی جانتے تو کیا یہی برتاؤ برتتے ایسی ہی سختی سے پیش
آتے اور انکی حکومت صرف ولایت قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل ہی تک مانتے

پھر ہمدم نے کہا اور الٹی چھری سے خلافت کا گلا کاٹا جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے
ایک قانون پاس کیا ہی جسمین یہ ہی کہ یکم مارچ سنہ ۲۰ع سے ہمیشہ کیلیے حکومت
ملیہ ترکیہ جمعیت عالیہ کی ہاتھ مین رہیگی اسکے علاوہ کوئی اور قسم کی حکومت نہین کیجائیگی
ترکی قوم کسی ایسی ذاتی حکومت کو ہرگز تسلیم نہین کریگی جیسی کہ حکومت آستانہ ہوتا

مسلمانو للہ انصاف کیا اب بھی اسمین کوئی شبہہ کسی ادنی عقل والیکو ہو سکتا ہی کہ حکومت ملیہ
سلطان کو خلیفہ شرعی نہین مانتی اگر وہ انکی خلافت مانتی تو کیا یون ہی کہتی کیا انہین معاذ اللہ سجادہ
نشین سمجھا ہے اور اتنے جاہل ہین کہ انہین اتنا معلوم نہین کہ خلافت شخصی حکومت ہوتی ہی کیا اگر وہ انہین خلیفہ شرعی
جانتے تو یہ کہکر انکے ساتھ یون پیش آکر شنیع الزام بغاوت نہ اوٹھاتے خود اپنے آپکو باغی مفسد
نہ جانتے معلوم ہوا کہ اونکی خلافت نہین مانتے بلکہ انہین سلطان جانتے ہین جب تو انہین سلطنت
کے لائق نہ جانکر معزول کرتے ہین شاہی خاندان کے افراد کیلیے تھوڑی محدود حکومت انکے
لیے بھی رکھتے ہین باقی تمام ملک پر اپنا قبضہ اور ہر قسم کے اختیارات اپنے آپ لیتے ہین ورنہ

خلیفہ کی بلا وجہ شرعی معزولی کیا معنی۔ اور ایسے ملک پر تصرف کس نے مانا اور وہ بھی ایسا کہ اوسکی سلطنت کا نام تک بدل دیا جائے۔

ہمدم ۷۔ نومبر ۲۲ء میں ہے سلطان معظم کی معزولی "جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمین سلطان معظم کو معزول کر دیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ اب ترکی مین حکومت کی صورت جمہوریہ کے ہم معنی ہے سلطنت عثمانیہ کے بجای دولت ترکیہ جمہوریہ کا اعلان جمعیت عالیہ نے سلطان کی معزولی کے فیصلے کا اعلان کر دیا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کا نام آئندہ بجای سلطنت عثمانیہ دولت ترکیہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے" ہمدم کی اسی اشاعت مین ہے "انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائیگی"

ملاحظہ ہو اگر سلطان معظم خلیفہ شرعی ہوتے تو کوئی اُنھین معزول کر سکتا تھا نہ عاً بلا وجہ شرعی اسکا کسے اختیار تھا جو انکے ملک پر یون قبضہ کرنا چاہتا انکے ساتھ ایسی معاملات برتتا خود باغی اور واجب القتل ٹھہرتا۔

پھر ہمدم نے وہ کہا جس سے خلافت کا تسمہ نہ لگا رہا "جمعیت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لیے کسیکو نامزد نہین کیا ہے اور بالحاظ روایات خاندان عثمان فرمانروائے قوم منتخب کرنیکا حق جمعیت ملیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائین۔ یہ ہمارے اس دعوے کی کہ ہمارے ترک بھائی اید ہم اللہ تعالی ونصرہم بنصرہ العزیز سلطان کو خلیفہ شرعی نہین جانتے انکی حکومت وسلطنت کو خلافت نہین مانتے کیسی واضح و روشن دلیل اور مبین برہان ہے خلیفہ شرعی کی جانشینی بھی ایسی چیز ہے کہ یون معرض التوا مین رکھی جاسکے؟ اسمین ایسی تعویق اتنی تاخیر کیجائے وہ تو اُن مہمات اور اہم واجبات سے ہے کہ دفن خلیفہ سابق پر بھی مقدم کیجاتی ہے اور یہی سنت جبتک خلافت باقی رہی شرح عقائد مین ہے۔ قد جعلوا اہم المہمات بعد وفاۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن

وکذا بعد موت کل امام در مختار مین ہی ونصبہ اہم الواجبات فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات علیہ التسلیمات والتحیات الزاکیات (علامہ شامی رد المحتار مین فرماتے ہین فانہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم توفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلثاء اولیلۃ الاربعاء اویوم الاربعاء ح عن المواہب اوسی مین علامہ طحطاوی سے نقل فرمایا وہذہ السنۃ باقیۃ الی الآن لم یدفن خلیفۃ حتی یولی غیرہ -

پھر ہمدم نے بعض انگریزی اخبارون سے دو اعتراض بھی نقل کیے ہین اور چونکہ خلافت کے لوگونسے اسکا جواب نہ ہوسکتا تھا ویسے ہی برقرار رکھا انھین ہاتھ نہ لگایا انپر کوئی نوٹ نہ لکھا ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس سے قبل ترکان احرار بڑھ بڑھکر سلطان کی حمایت کرتے تھے اور انکو اسلام کا سردار اعلی یعنی خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہتے تھے اور اب انھون نے اسی سلطان کو تخت سے اوتار دیا دوسرا اعتراض یہ ہے فرمانروای سلطنت کے منتخب کرنیکے حق پر ترکون سے کوئی شخص سوال نکریگا خواہ وہ اپنے بادشاہ کو اگر انکے اختیار مین ہو کتنے ہی اختیارات دین یا نہ دین مگر مشکل یہ ہے کہ اب وہ رنگ تقدس وجلال کہان گیا جو معمولی سے قبل سلطان المعظم کی ذات مقدس کے متعلق ظاہر کیا جاتا تھا اور ابھی تک ترکون نے انکا جانشین منتخب کرنیکی بھی کوئی فکر نہ کی دول مغربیکی جس مسلم آزار پالیسی کی شکایت کیجاتی تھی وہ محض ڈھکوسلا تھی اور قیاس مین نہین آتا کہ اب اسمین کمی نہ ہوجائیگی کیونکہ اب سلطان معظم معزول ہوچکے ہین برطانیہ کے ہاتھون نہین بلکہ مظفر ومنصور انگورہ کے ہاتھون "

خلافت وخلیفۃ المسلمین وامیر المومنین پر جو اعتراض ہے اُس کا جواب صاف ساری اس تحریر سر ہر اوتی عقل والے پر لائح اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ اعتراض معترض کی بدعقلی پر دلیل واضح اور اسکی نافہمی پر برہان ساطع ہم روشن بیان کرچکے کہ ہمارے ترک علماء ہم اللہ تعالی سلطانکو خلیفہ شرعی نہین جانتے اور نہ وہ خلیفہ شرعی ہوسکتے ہین تو جو تقدس

وجلال خلیفہ شرعی کیلیے ہو سکتا ہے وہ نہ اونکے لیے کبھی تھا نہ اب ہے نہ آگے ہوگا ترکی ویسا تقدس
وجلال تسلیم کرتے تھے نہ اب کرتے ہین نہ آگے تسلیم کرین اور خلیفہ یا امیر المؤمنین کہنے سے
خلیفہ شرعی ہونا ضرور نہین عرف مین ہر بادشاہِ اسلام کو کہہ سکتے ہین باقی رہی عظمت سلطانی تو
جبتک سلطان سلطان ہے وہ عظمت ہے اور جب وہ معزول کر دیا جائے تو وہ عظمت اوسکے جانشین
کو پہنچیگی۔ رہا حمایت پر اعتراض بہت زیادہ عجیب ہے اول تو اوسکے لیے سلطان ہونا کیا ضرور ہے
ہر مسلمان مظلوم کی حمایت کیجائیگی بلکہ ہر مظلوم انسان کی حالت دل دکھاتی اور خواہ مخواہ حمایت کیطرف لاتی
ہے پھر یہ کہ حمایت ہمدردی ہی سے ہوتی ہے سلطان کو سلطان مانکر حمایت کی تو اونکی ہمدردی کی
انھیں معزول کیا یہ بھی انکی ہمدردی ہے۔ کہ وہ اپنے ملک کو سنبھال نہ سکے لہذا انھین گوشہ
عافیت مین بٹھایا اپنے آپ ملک کا انتظام کیا اگر ہمدردی نہ ہوتی یہ ترک اللہ تعالیٰ انھین اپنی
ہزار ون نعمتون سے نوازے اور اونکی تمام جائز مرادین پوری فرمائے اپنے آپ کیون زحمتین
گوارا کرتے کیون مشقتین اٹھاتے کس لیے مصیبتین جھیلتے کاہے کو تکلیفین برداشت کرتے سلطان
کے ہمدرد نہ ہوتے تو انکا معاذ اللہ سارا ملک غیرونکے قبضہ مین چلا جاتا انکے کان پر جون نہ رینگتی
وہ خود اور ونکے ہاتھ مین پڑجاتے انھین خیال بھی نہ ہوتا کہ کیا ہوا کیون ہوا وہ ہمدردی تھی جب
ہی تو اونھین دور ہوا اونکے ملک کی حمایت وحفاظت انکی حمایت وحفاظت ہے احمق ہے وہ جو
انکی تدبیر پر اعتراض کرے اور ترکون کی مصلحانہ اور حکیمانہ کارروائیون سے دول مغربیہ کی دشمنانہ کارروائیون کا
مقابلہ کرکے یہ کہنا کہ اونکی مسلم الآرا پالیسی کی شکایت محض ڈھکوسلا تھی اور یہ امید رکھنا کہ اب
اوسمین کمی ہو جائیگی محض حماقت اور سخت جہالت ہے ہمارے لفظ ہی خود ہمارے دعوی کی دلیل
ہین مگر ان معترضین کو اس عذر کا موقع ضرور ہے کہ وہ یہان کے خلافتیون کے اعلانون سے یہ سمجھے
کہ ترک بھی سلطان کو خلیفہ ہی سمجھتے ہین لہذا انپر اعتراض کر دیے تو یہ لوگ انپر اعتراضات کا
باعث ہوے ان پر بے شبہہ وہ اعتراض ضرور ہین اور ایسے ہین کہ حل نہین سکتے اب جہاں عوام
مین اپنا جھنڈا گھونپا ہے قائم رکھنے کو یہ سوجھی ہے کہ سلطان کی معزولی اور اختیارات کی سلب کیا

وغیرہ کے متعلق جو خبرین آئی ہین وہ جھوٹی ہین انگریزون نے مسلمانون پر لعن طعن اور انھین مضطرب
و پریشان اور کمالی ترکون کی جانب سے بدعقیدہ و بدگمان کرنیکو گھڑی ہین قطع نظر اس سے کہ یہ خبرین
تو بہت کثرت سے مسلسل متعدد ذرائع سے آ رہی ہین خود ان ہندوؤنکا یہ حال ہے کہ جب اپنا مطلب
بنتے دیکھتے ہین تو ان اخبار سے صحت و اعتبار مین بہت کمتر درجہ بلکہ محض بے ثبوت و بے اصل
بازاری افواہون اور دیہاتی ادعاؤن کو آیت و حدیث سے بڑھکر معتبر مانکر تحصیل زر کے لیے انہم
کیا کچھ ہوائی قلعہ بندیان کرنے لگتے ہین تو ان اخبار کی تغلیط و تکذیب مین انکا بیان جس کا ثبوت
انکے پاس سوا اپنے توہمات اور زور زبان کے کچھ نہین ملن لعنی کی کونسی مجبور کن وجہ ہے
اور انگریزون کو اس قسم کے اخبار (بقول انکے) گڑھکر مسلمانون پر لعن طعن کرنے اور خود ہمارے
ترک بھائیون پر دین اسلام کے اصولی مسلمات مین مداخلت بیجا کا الزام دینے کا موقع کہنے
یا خود خلافتیون کی عنایتون نے یہ سلطان ترکی کے لیے خلیفۂ شرعی کی طرح اقتدار عام اور اختیار
تام کی نمائشی بلند بانگیون اور اپنے خورد و نوش کی خاطر سلطان کے لیے خلافت شرعی کے تقدس
و جلال کی بالا خوانیون کا نتیجہ ہے کہ آج نصاریٰ اوس اقتدار عام و اختیار عام کی مسلوبی و تحدید سے
مسلمانون اور ترک بھائیون پر لعن طعن کرتے اور مجاہدین اسلام ترکان احرار کی جانب سے عوام
مین اس طرح بدعقیدگی پھیلانا چاہتے ہین کہ دیکھو وہی سلطان جنکو تمھارے لیڈر مختار مطلق
و خلیفہ برحق مانتے اور اسے نہایت زور و شور سے ضروریات دین سے بڑھکر بتاتے تھے
آج انھین کے ہم قوم اور تمھارے ہی مسلمان بھائی کمالی انکے اس اختیار کو اُن سے چھینے لیتے
ہین اور (بزعم لیڈران) اُس برحق خلافت اور ضروریات دین سے بڑھکر خلافت سے منکر
ہوکر انھین معزول کیے دیتے ہین دیکھو تم مسلمان تو ہم انگریزون پر خلافت اور دین اسلام
کے مسلمات مین بیجا مداخلت کا الزام لگاتے تھے مگر یہ مداخلت ہمنے نکی بلکہ خود تمھارے ہی
ہم مذہبون اور تمھارے ترک بھائیون نے جنھین تم خلافت اور اسلام کا محافظ جانتے تھے
مگر ان خلافتیون نے اجماعیات دینیہ اور مسلمات اسلامیہ کی مخالفت صریح کرکے سلطان ترکی

کو خلیفۂ شرعی بنانے مین وہ کچھ اودھم نہ مچاتی ہوتی منکرین پر کفر و ارتداد کے فتوے نہ دیے ہوتے
سلطان کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کو خلیفۂ شرعی کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کا
رنگ نہ دیا ہوتا تو کیا آج نصاریٰ سے مسلمانوں پر طعن کا موقع پاتے جمعیت علیہ انگورہ نے کتنے ہی
سلطان کے اختیارات مسلوب و محدود کر کے اپنی طرف منتقل کر لیے ہوتے اونکی حیثیت
مختار سلطان سے گرا کر محض ایک میعاد معین کے لیے حال کی جمہوری مغربی سلطنتون کے
پریزیڈنٹ کی سی ہی رہنے دی ہوتی پھر بھی نصاریٰ کو اس پر کیا مونھ کھولنے کا موقع
تھا خود نصاریٰ کی کونسی ایسی سلطنت ہے جس کے بادشاہ کے اختیارات اہل ملک نے محدود
کر کے عوام کی قائم مقام جماعتون پارلیمنٹ وغیرہ کو منتقل نہین کیے اور بہت سی سلطنتون نے
تو بادشاہ کو سرے سے نذارد کر کے محض ایک میعاد معین کے لیے پریزیڈنٹ بنائے مین آخر
مین ان لیڈرون سے ہم دریافت کیا چاہتے ہین کہ جب آپ حضرات خصوصاً مولوی عبدالباری
فرنگی محلی جنھون نے نہ صرف قید قرشیت کا انکار کیا بلکہ اتنا بڑھے کہ اوسکے ساتھ ذکورت و بلوغ
و عقل پر بھی ہاتھ صاف فرمایا سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالیٰ کو خلیفۂ شرعی مانتے ہین اور اسی بنا پر
منکر خلافت کی بارہا تکفیر فرما چکے ہین نیز شریف مکہ ملک الحجاز کی بابت اس لیے کہ انھون نے
سلطان کی اطاعت سے خروج کیا باغی مفسد واجب القتل اور کافر ہونیکا حکم لگا چکے ہین اس
جمعیت عالیہ علیہ انگورہ و غازی مصطفےٰ کمال پاشا وغیرہ کی نسبت بھی یہی بزعمی حکم بغاوت
و کفر دیتے ہین یا نہین۔ نہین تو کیون۔ شریف اور اس جمعیت مین مابہ الفرق بتایئے اور ان
تو جو شریف کیساتھ برتاو کیا گیا وہ انکے ساتھ کیون نہ ہو اب بھی وجہ فرق بتانا ہوگی بلکہ اس سے
بھی زیادہ ترقی کیجیے سلطان عبدالحمید خانصاحب مرحوم مغفور کو جس جمعیت نے معزول
کیا جس مین غازی انور پاشا بہت پیش پیش تھے انکی نسبت کیا حکم ہوگا اور ابھی بس نہین اور اونچے
اوڑیے خود سلطان عبدالحمید خانصاحب معزول سلطان مراد کے جانشین ہوے وہ جمعیت
جس نے اونھین معزول کیا اوسکی نسبت بھی یہی حکم تکفیر و بغاوت ہے یا نہین

اعلان عام اور اعلام تام ہی کہ تمام خلافت کمیٹیان اور ساری جمعیتین یکجا ہوکر بحث مباحثہ کرکے متفق الرائے ہوکے
جواب لائین اور ہم کہے دیتے ہین کہ ہرگز نہ دے سکینگی فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی
وقودھا الناس والحجارۃ وتوبوا الی اللہ جمیعا ان اللہ ھو التواب الرحیم مسلمانون کمیٹیون
اور جمعیتون کو چھوڑیئے کہ وہ اسکا جواب سوچتی رہین آپ ادھر متوجہ ہون جیسے انسان کو
چاہیے بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اُسکے مآل وانجام پر نظر رکھے جسکا آخر حسن ہو
اُسے اختیار کرے ورنہ نہین تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلہ مین اختلاف کا حاصل
سوائے تشتت وافتراق بین المسلمین اور کیا تھا ترکون کو تو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا ہان اختلافات
مسلمین مین ایک اور اضافہ ہوگیا ایک زمانہ ممتد تک باوجود سخت اختلاف کے ہم ساکت رہے نہ
دار الافتاء مین سوال آیا کیے اور ہم معرض التوا مین رکھا کیے محض اس خیال سے کہ شاید اس جھوٹے
نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیون کو کچھ فائدہ ہوجائے اسوقت ایسے استفتاء کا جواب
نہ دینا بہتر ہی مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دیدیا گیا کہ ایسے مسائل اس
دار الافتاء کے موضوع سے خارج ہین عقل ہوتی تو یہ تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب کے حصول
ہوتا اونسے دوبار کہتے اوسکا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے مگر نہین انھون نے ایسا نکیا
بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ نادانستہ دشمنی کی اور اپنے ہاتھون اپنے پاؤن
مین تیشہ مارا اُس کی اشاعت کرکے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کرکے کہ دار الافتاء بریلی اس
مین مخالف ہے انگریزون کو جتایا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہین وہ مسلمان جو آج ایک عالم کے
معتمد علیہ اور عرب و عجم کے مرجع ہین اس مین مخالف ہین پھر بھی یہان سے کچھ نہ کہا گیا باوجودیکہ
مخالفت کا اظہار ہوچکا تھا احتیاط برتی اور کوئی مخالف تحریر شائع نکی شروع ۳۹ھ مین فرنگی
محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام وباطل اوہام کے متعلق استفتاء کے
جواب مین حضور پرنور اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک رسالہ دوام العیش فی الائمۃ من
قریش تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا تیسری فصل کی بحث سوم شروع فرمائی

تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوے اور ارادے سے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اسکا وقت
نہیں جب وقت آئیگا تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائیگا یہانتک کہ وصال شریف ہو گیا ایکسال سے
دادا ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہو گیا ہنوز اور سے
اور زیادہ واضح و آشکار مثل جلوۂ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کیلیے اس روشن
آفتاب کے چہرۂ پر نور سے نقاب اُٹھا دیا اسمیں کتب حدیث و عقائد و فقہ کے ارشادات اور
ائمۂ دین کی تصریحات عالیات سے خلافت شرعیہ کی شرط قرشیت کی اعلی تحقیقات اور اوہام
مخالفین کا رد بالغ اور خود اس مسئلہ دائرہ یعنی فرق امتیاز اختیار و اقتدار خلیفہ شرعی و سلطان کی
تحقیق بازغ ہے وللہ الحمد فی الآخرۃ والاولی و صلاتہ وسلامہ تعالی علی حبیبہ
الاعظم الاعلی و محبوبہ المعظم المعلی النبی الرسول المصطفی والرؤف الرحیم
المرتضی والشفیع الکریم المجتبی وعلی الہ الاتقیاء وصحبہ الاصفیاء وسائر الخلفاء
وابنہ الامین المکین الغوث الاعظم الاکرم و جمیع الاولیاء والعلماء وآخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العلمین۔ عرض ضروری ملاحظہ۔ مسلمانو لیڈران نے وہ بلند آہنگیاں اور
بالاخوانیاں جو سلطنت و سلطان اسلام کو فائدہ پہنچانیکے ادعاء باطل سے کی تھیں آج انکا بھرم
کھل گیا یہ مخالفت دین و دشنام علماء دین کا انھیں ثمرہ ملا خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو
الخسران المبین کچھ فائدہ تو نہ پہنچا سکے ہاں مسلمانوں اور خود ترک بھائیوں پر لعن و طعن کی بوچھار
کا ایک حربہ نصاری کے ہاتھ میں دیدیا لیڈر تو ہم غرباء اہلسنت کو نصاری کا طرفدار و رشوت خوار
اور ترکوں کا دشمن بتاتے تھے اگر نگاہ انصاف ہو (مگر کہاں) تو آنکھیں کھولیں اور ع
چھپایا جاتا ہے یہ دیکھیں تو سراپا کیپر + غضب ستم ظریفی یہ کہ خود تو نصاری کو مسلمانوں پر
لعن و طعن کا موقع دیا اور اب یہ دیکھکر کہ سچے مسلمان جو سلطان کے اقتدار و اختیار کو خلیفہ
شرعی کی طرح پہلے ہی نہ مانتے تھے کچھ بھی مضطرب و بیقرار اپنے کمالی بھائیوں سے ذرا بھی
بد عقیدہ و بیزار نہ ہوئے اُن اخبار سے اپنی سراسیمگی اور پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں اور

کی خبر آتے دیر نہیں ہوتی کہ مرکزی کمیٹی اسکے لیے تار بازی شروع کر دیتی ہے گویا ترکون کے سے خالص مخلص خیر طلب یہی تو ہین کیون نہین ـ بڑی پاک طینت بڑی صاف باطن ہو ریاض کچھ نہین جانتے ہین۔ جب آپکے نزدیک یہ خبرین محض نصاریٰ کی افترائی ہین تو تار بازی میرہ مین اسقدر عجلت اور اسمین کثیر تضییع مال کی کیا ضرورت مگر مال مفت دل بیرحم۔ اللہ ہدایت دے آمین۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ یکے از خادمان جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہین فرضیت اعانت کیلیے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے یکسکے لیے حسین مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت مین اسکے متعلق چند سطور ہین اور مسٹر ابو الکلام آزاد نے رسالۂ مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب مین ص۲۳ سے ۸۶ تک حسب عادت اسی بہت پھیلاکر بیان کیا ہی ان دونوں کا محصل یہ ہی کہ خلافت شرعیہ مین بھی قرشیت شرط نہین یہ صحیح ہے یا غلط اور اس بارے مین مذہب اہلسنت کیا ہی۔ بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی فرض اعانۃ سلاطین الاسلام علی المسلمین وفضل قولیشا بخاتم

البیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم بارک وسلم الی یوم الدین
وعلی آلہ وصحبہ واحبہ وحزبہ کل آن وحین رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے
ہین ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم بیشک
دین یہ ہے کہ اللہ اور اوسکی کتاب اللہ اور اوسکے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور
جملہ مسلمانونکی خیرخواہی کرے رواہ احمد ومسلم وابوداود والنسائی عن تمیم الداری
والترمذی والنسائی عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن
ثوبان رضی اللہ تعالی عنہم سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت
اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیرخواہی ہر مسلمان
پر فرض ہے اسمین قرشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیرخواہی مطلقا فرض عین ہے اور وقت
حاجت دعا سے امداد واعا [illegible] مان کو چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہین اور مال یا
اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہے حکم بشرط استطاعت قال تعالی
لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وقال تعالی فاتقوا اللہ ما استطعتم مفلس پر اعانت
مال نہین بے دست وپا پر اعانت اعمال نہین ولہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہین بادشاہ
اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ مین اوسکی اطاعت تمام رعیت اور
وقت حاجت اوسکی اعانت بقدر استطاعت سب اہل کفایت پر لازم ہے۔ البتہ اہلسنت کے
مذہب مین خلافت شرعیہ کیلیے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے مین رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم سے متواتر حدیثین ہین اسی پر صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع اہلسنت کا اجماع ہے
اسمین مخالف نہین مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد وکتب حدیث وکتب فقہ اس سے مالامال ہین
بادشاہ غیر قرشی کو سلطان۔ امام۔ امیر۔ والی۔ ملک کہین گے مگر شرعا خلیفہ یا امیر المؤمنین
کہ یہ بھی عرفا اوسیکا مرادف ہے ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہین کہہ سکتے سوا اوسکے جو ساتون
شرط خلافت اسلام عقل۔ بلوغ۔ حریت۔ ذکورت۔ قدرت۔ قرشیت سبکا جامع ہوکر تمام

مسلمانون کا فرمان فرمائی اعظم ہو

اعلامی کلام ہو واقعات عام وازالۂ اوہام جہال خام

مسلمین

اقول وباللہ التوفیق اسم خلافت مین یہ شرعی اصطلاح ہی جملہ صدیون مین اسی پر اتفاق
(۱) زمانہ صحابہ سے برابر علماے کرام خلفا و ملوک کو علحدہ کرتے آئے حتی کہ خود سلاطین اسکے
پابند رہے اور آج تک ہین۔ بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک
ہون یا مغل یا پٹھان یا کوئی اپنے آپکو خلیفہ نہ کہلایا نہ خلافت مصطلحہ شرعیہ کا دعوی کیا جبتک
خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاج پوشی ہوتی سلطان دست
خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اوسیکو جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت مین
اوس سے کہین زائد ہوتا جب کفار تاتار کے دست ظلم سے محرم ۶۵۶ھ مین جامۂ خلافت تار تار ہو گیا
علما نے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اوسوقت بھی قاہر سلطنتین موجود
تھین مصر مین ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا
مین خاتم الخلفا مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہین ثم دخلت سنۃ سبع و
خمسین والدنیا بلا خلیفۃ پھر ۶۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی پھر فرمایا ثم دخلت سنۃ ثمان وخمسین والوقت
ایضاً بلا خلیفۃ پھر ۶۵۸ھ آیا اور زمانہ اوسیطرح بے خلیفہ تھا پھر فرمایا وتسلطن بیبرس وازال المظالم
وتلقب بالملک الظاہر ثم دخلت سنۃ تسع وخمسین والوقت ایضا بلا خلیفۃ الی رجب فاقیمت بمصر
الخلافۃ وبویع المستنصر وکان مدۃ انقطاع الخلافۃ ثلث سنین ونصفا بیبرس سلطان ہوا
اور اوسنے ظلم دفع کیے اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت ماہ رجب تک یونہین بے خلیفہ تھا یہانتک
کہ مصر مین پھر خلافت قائم کیگئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے
تین برس تک معدوم رہی یوہین حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ مین فرمایا لما اخذ التتار
بغداد وقتل الخلیفۃ اقامت الدنیا بلا خلیفۃ ثلث سنین ونصف سنۃ وذلک

من یوم الاربعاء رابع عشر صفر سنۃ ست وخمسین وھو یوم قتل الخلیفۃ المستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ الی اثناء سنۃ تسع وخمسمائۃ یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۴ صفر روز چار شنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا ۱۳ رجب ۶۵۹ھ تک کہ روز خلافت خلیفہ مستنصر باللہ تھا (۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی سلطان بظاہر اسکا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر بقوت بے تفویض خلیفہ بھی نظم ونسق ورتق وفتق وامر وحکم میں سلطان مستقل تھا خلیفہ امیر المومنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ وسکہ کو زینت اور سلاطین کو تاج وخلعت دینے کیلیے ہوتا بلکہ اسکی بنا خود خلافت بغداد میں پڑ چکی تھی مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تیرہ برس کی عمر میں خلافت ملی طفلی واشتغال بازی وانتصارات زنان واستخدام یہود ونصاریٰ نے ضعف پہنچایا ملک مغرب نکل گیا مصر نکل گیا قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا پھر ۳۲۴ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لیے تھا پھر یہ وحشت شنیعہ مدتوں مستمر رہی مگر تمام علما ومسلمین بلکہ خود وہ جبار سے جبار سلاطین خلافت انہیں قرشی خلفا کی مانتے اور انھیں کے پروانہ وخلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا تو سلاطین خود خلفا بنتے۔ کیا ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب منانے کے لیے حیلۂ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے زیر دستوں کے حضور سر بندگی جھکاتے اور انکے ہاتھ سے تاج وخطاب پاتے مگر نہیں وہ مسلمان تھے سنّی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہو سکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ مٹیگا اسی لیے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

(۳) پھر ادھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی انھیں خلفا سے اپنے نام پروانۂ سلطنت لیا حالانکہ یہ کسیطرح بھی تسلط کی راہ سے

اون کے ماتحت تھے تاریخ الخلفاء مین ہی وفی سنة اربع عشرة ارسل غیاث الدین
اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملک الهند یطلب التقلید من الخلیفة وارسل الیہ
مالاً والسلطان ھدیۃ ۔ سنہ ۸۱۴ھ مین بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن
سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لیے پروانۂ تقرر سلطنت مانگا اور
خلیفہ کیلیے نذر اور سلطان مصر کو ہدیہ بھیجا خود مسٹر آزاد کے اسی رسالۂ خلافت ص۴۹
مین ہی جبتک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اوس کے فرمان بردار
رہی جب ۶۵۹ھ مین مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے
کاروان رفتہ کا محض ایک نمود غبار تھا تاہم سلاطین ہند اسکی حلقہ بگوشی وغلامی کو اپنے
لیے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی
طور پر منوا دینے کیلیے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت وامارت حاصل کرتے رہین"
پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ وسلطان فیروز شاہ کی بندگی وغلامی جو اس خلافت سے رہی
اور فیروز شاہ کے لیے دربار خلافت سے دوبار پروانۂ تقرر سلطنت ونشان وخلعت
کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اوسکی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے
اوتری اور یہ سند بارگاہ رسالت سے ملی پھر کہا ص۵۰ "غور کرو مقام خلافت کی عظمت
کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف رسمی اسمی نسبت بھی
اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ مین ایک عظیم الشان فرمانرواے
اقلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن واجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہی مٹنے پر بھی اس
مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی ہوتی ہی کہ وہان کا فرمان آسمانی فرمان
اور وہان کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہی" خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی
نشے کی ترنگ مین لکھ گئے انکا اعتقاد تو یہ ہی ص۵۰ کہ انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو

ل یہ خط ہے بلکہ ۱۰ رجب ۱۳۵۱ - ۱۲ منہ غفرلہ

تو خلیفہ تسلیم کر لینے کے لیے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہین سبحان اللہ یہ سلاطین ہند سلاطین مصر اور خود سلطان بیبرس جنہوں نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور انکی حکومتین جمی ہوئی تھین تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھین پھر انھون نے خود اپنے آپکو خلیفہ کیون نجانا اور انکی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیون نہ ہوئی حالانکہ آپکے نزدیک شریعت ہی کا حکم ہی کہ اوسکو خلیفہ ماننا چاہیے خواہ تمام شرطین اوسمین پائی جائین یا نپائی جائین ما۵ ہر مسلمان پر ازروی شرع واجب ہی کہ اوسکو خلیفہ اسلام تسلیم کرے ما۵ خیر آپکا تناقض آپکو مبارک۔ سلاطین اسلام نے کیون اپنی خلافت نمانی اور وہ کیا بات انمین کم تھی جسکے لیے انھین دوسرے کی خلافت جمانے اور اوسکی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نتھی مگر شرط قرشیت۔ (۴) مسٹر کو چھوڑیے جنھون نے دو ہی شرطین رکھین ائمہ دین تو سات بتاتے ہین دیکھیے شاید اونمین کی کوئی اور شرط مفقود ہونیکے سبب سلاطین نے اپنے آپکو خلیفہ نہ سمجھا اور پر گزرا کہ وہ اسلام و حریت و ذکورت و عقل و بلوغ و قدرت و قرشیت ہین ہم دیکھتے ہین کہ ان سلاطین مین چھ موجود تھین پہلی پانچ بداہۃً اور قدرت یون کہ حکومت کا جماؤ بے اوسکے نہین تو صرف ایک ہی شرط قرشیت نتھی لاجرم اوسیکے نہ ہونیسے تمام سلاطین نے اپنے آپکو خلیفہ نمانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جانا۔

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہی اون نام کے خلفا مین اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھون مین شطرنج کے بادشاہ تھے۔ جبار خونخوار متکبر متجبر سلاطین کے سر مین یون ہی سودای مساوات و بے نیازی نہ سمایا اور اونھین کو خلیفہ اور اپنے آپکو اونکا محتاج ٹھہرایا حتے کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اوس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہار انقیاد کے لیے اوسکے پاؤن مین سونیکی

بیڑیان ڈالین اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یونہین قاہرہ اپنے دارالسلطنت کا گشت کیا
کہ گلے مین طوق اور پاؤن مین بیڑیان اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پروانہ سلطنت (حسن المحاضرہ)
روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجا اہم و ضروری ترجانتے تھے اونھون نے خیال کیا کہ
قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اوسے اکتساب سے مفر نہین کہ ملکون پر تنہا کا تسلط علاوہ
نہین ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والون نے اونھین سر پر رکھ لیا
تو مقصود اقتدار حاصل ہوگیا جیسے خلیفہ مین خود عالم اصول و فروع ہونیکی شرط اتفاقی نہ تھی
کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہین کہ دوسرے سے مکتسب
ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور اونکی قرشیت کے آگے سر جھکا دیا۔ (۶) نہ صرف
سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ و علما نے اسیکو خلافت جانا خلافت بغداد پر پچھلی تین صدیان جیسی
گزرین اونھین جانے دو تو یہی خلافت مصر تو جسے تم کاروان رفتہ کی محض ایک نمود غبار
کہتے ہو | جب بیبرس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب مین پہلے امام اجل
امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امرا وغیرہم نے
ب پھر ابو العباس احمد حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت
کا امضا اور اوسکی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا
اونکے عہد نامہ خلافت مین تھا الحمد للہ الذی ادام الائمۃ من قریش وجعل الناس تبعا لہم
فی ہذا الامر فغیرہم بالخلافۃ المعظمۃ لا یدعی ولا یسمے سب خوبیان اللہ
کو جسنے خلیفہ ہمیشہ قریش مین سے کیے اور تمام لوگون کو خلافت مین اون کا تابع کیا تو غیر
قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے نہ وہ اس نام سے پکارا جائے اسپر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی
کے دستخط ہوئے ج پھر مستکفی کے بیٹے ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر
امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور انکی مثال بیعت علامہ احمد شہاب
ابن فضل اللہ نے لکھی اوسمین اونکو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ وصل الحق

الی مستعصم حق بغداد رسید - کل ذالک فی حسن المحاضرۃ ۵ امام اجل ابو زکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور مین شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین قد ظھر ما قالہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فمن زمنہ الی الآن الخلافۃ فی قریش رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہو گیا کہ جب سے آجتک خلافت قریش ہی مین ہے دیکھو اکابر ائمہ برابر انھین خلفا مانتے آئے ۶ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء مین یہ تمام خلافتین بغدادی پھر مصری ذکر کین اور خطبہ مین فرمایا ترجمت فیہ الخلفاء امراء المومنین القائمین بامر الامۃ من عھد ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ الی عھدنا ھذا مین نے اس کتاب مین انکے احوال بیان کیے جو خلیفہ امیر المومنین کار امت پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک ہوئے ۷ پھر فرمایا مین نے اسمین کسی عبیدی کا ذکر نکیا کہ کئی وجہ سے انکی خلافت صحیح نہین ایک تو وہ قرشی تھے دوسرے وہ بدمذہب بیدین کم از کم رافضی تھے و مثل ھؤلاء لا تنعقد لھم بیعۃ ولا تصح لھم امامۃ ایسون کے لیے نہ بیعت ہو سکے نہ انکی خلافت صحیح تیسرے یہ کہ انکی بیعت اوسوقت ہوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت مین دو خلیفہ نہین ہو سکتے چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملیگی پھر ظہور امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچیگی ان وجوہ سے مین نے عبیدیون کو ذکر نہ کیا وانما ذکرت الخلیفۃ المتفق علی صحۃ امامتہ مین نے وہی خلفا ذکر کیے جنکی صحت خلافت پر اتفاق ہے۔ دیکھو کیسے صریح نص ہین کہ یہ کمزور خلافتین بھی صحیح خلافت ہین آخر کسلیے اس لیے کہ قرشی ہین اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی ۸ جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ مین وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلاوون ترکی نے کہ ۷۳۶ھ مین مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۱۰ ذی الحجہ ۷۳۶ھ کو اوسے مصر سے باہر شہر قوص مین مقیم کیا اگرچہ ادرارات پہلے سے بھی زائد کردیے

اور خطبہ وسکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا) اس عہد کو نمانا اور جبرا خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد
بن حاکم بامر اللہ کے لیے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اسپر نادم ہوا اور سرداروں کو وصیت
کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی احمد ہی کے لیے ہو جسپر ابن فضل اللہ نے وہ لکھا کہ حق بحقدار رسید)
ابن قلاوون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ مین فرمایا کہ اللہ عزوجل
ہم ناصر بن قلاوون پر اوسکے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر انوک کی موت کی مصیبت ڈالی
یہ اوسے پہلی سزا دی پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہوا ایک سال اور کچھ روز کے
بعد اللہ عزوجل نے اوسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات سنہ ۷۴۱ھ مین لکھی
ہے تو یون تین ہی مہینے بعد ہوا سنۃ اللہ فیمن مس احدا من الخلفاء بسوء فان اللہ تعالی
یقصمہ عاجلا وما یدخر لہ فی الآخرۃ من العذاب اشد سنت آلہیہ ہے کہ جو کوئی
کسی خلیفہ سے برائی کرے اللہ تعالے اوسے جلد ہلاک فرما دیتا ہے اور وہ جو آخرت مین اوسکے
لیے رکھتا ہی سخت تر ہی پھر اولاد ابن قلاوون مین اوسکی شامت کی سرایت بیان
فرمائی کہ اونمین جو بادشاہ ہوا تخت سے اوتارا گیا اور قید یا جلاوطن یا قتل کیا گیا خود
اوسکا صلبی بیٹا کہ اوسکے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم مین اوتار دیا گیا اور مصر سے
قوص ہی کو بھیجا گیا جہان سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہین قتل کیا گیا۔ ناصر نے
چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اوسکی نسل سے بارہ بادشاہ ہوئے جنکی مجموعی مدت
اتنی نہ ہوی ح نیز امام ممدوح کتاب موصوف مین فرماتے ہین اعلم ان مصر من
حین صارت دار الخلافۃ عظم امرہا وکثرت شعائر الاسلام فیہا وعلت فیہا
السنۃ وعفت منہا البدعۃ وصارت محل سکن العلماء ومحط رحال الفضلاء وھذا
سر من اسرار اللہ تعالی اودعہ فی الخلافۃ النبویۃ کما ان الایمان والعلم
یکونان مع الخلافۃ اینما کانت ولا یظن ان ذلک لسبب الملوک فقد کانت
ملوک بنی ایوب اجل قدرا واعظم من ملوک جاءت بعدہم بکثیر ولم

تمکن مصر فی زمانهم کبغداد و فی اقطار الارض الآن من الملوک من هو اشد
بأساً و اکثر جنداً من ملوک مصر کالعجم و العراق و الروم و الهند و المغرب لیس
الدین قائماً ببلادهم کقیامه بمصر و لاشعائر الاسلام ظاهرة فی اقطارهم
کظهورها فی مصر و لانشرت السنة و الحدیث و العلم فیها کما فی مصر یعنی مصر
جب سے دار الخلافہ ہوا اوس کی شان بڑھ گئی شعائر اسلام کی اوسمین کثرت ہوی سنت غالب
ہوئی بدعت مٹی علما کا جنگل فضلا کا دنگل ہو گیا اور یہ راز الٰہی ہے کہ اوسنے خلافت نبوت
مین رکھا ہے جس طرح حدیث مین آیا کہ خلافت جہان ہو گی علم و ایمان اوسکے ساتھ ہونگے
اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر مین یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین بنی ایوب
سلاطین مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور اونکے زمانے مین مصر بغداد کو نہ پہنچا تھا
اور اب اطراف زمین مین وہ سلاطین ہین کہ سلاطین مصر سے اونکی آنچ سخت اور لشکر زائد
جیسے ایران۔ عراق۔ روم۔ مغرب۔ ہندوستان۔ مگر دین وہان ایسا قائم نہین جیسا مصر
مین ہے نہ شعائر اسلام ایسے ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شیوع یہ سب خلافت ہی کی برکت
ہے۔ دیکھو کیسا جبار و بالا اقتدار سلاطین کو جنین ترک ہی مین الگ کر دیا اور خلافت
نبوت اسی کو اور خلافت مصر ہی مانی۔ آخر یہ فرق قرشیت نہین تو کیا ہے۔ (۷) اگر
کہیے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط
تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کیلیے ہولے دوسرا نہین ہو سکتا۔
اقول اولاً یہ ہو تو سلاطین مابعد مین ہو بیبرس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہولی تھی
پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اوسکے آگے ہاتھ پھیلانے اور سلسلۂ بلغیہ چلانے
جمانے کے کیا معنی تھے کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کر لیتا اور مستنصر ہی کے
ہاتھ مین باگ دیتا مگر نہین وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم مین خود بیبرس کی
خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی اب اوسنے انتخاب کی طرف آکر

اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کر دی اور ایک اسمی رسمی قائم کی یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علماے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لیے کیا جسکا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اوسکی خلافت کا ماننا آپکے نزدیک شرعا واجب تھا اور اب نہ ہا کر انتخاب نئے شرائط عائد کیں وہ نہ آسمیں ہیں نہ اوس خلیفہ میں تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہوی دونوں دین سے گئے اسلیے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہنی تھیں ۶ بکیسہاے تمنا کہ دنیا و نہ دین غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بیمعنے ہذیان ہے جو سلاطین و علما کی خواب میں بھی نتھا وہ یقیناً جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغ تغلب ہمسے نہ مٹیگا جبتک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہذا بصورت خلافت قائم کی کہ مالا یدرك کله لا یترك کله

(۸) ثامنیاً دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپکی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور بتبدل ایام و تلون و تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہولی کبھی وہاں کی اونہیں کسی متاخرہ نے یہ نجانا کہ خلافت اوس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اوس سے اذن و پروانہ لینا چاہیے لیکن سمجھا تو اس قرشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا تقدم و تأخر تھی بلکہ وہی ایک اکیلی شرط قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جمالی اور بڑے بڑے اقتدار و جبروت والونکا سر اپنے سامنے جھکالیتی. الحمدﷲ کیسی روشن بیانونسے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کی تھی تمام سلاطین کا خود ہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں. قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا کہ ہر دو قرن کے علماء ہمیں یہی بتاتی رہی اور قطعاً یہی مذہب اہلسنت ہے اور اسی پر اجماع صحابہ و اجماع امت ہے اور اسی پر احادیث مصطفے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال رہا مسئلہ اعانت کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز؟

کہ مسلمانونکو اعانت پر ابھارنے کے لیے اوعلے خلافت ضرور ہوا یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادرون پر ہی اور خلیفہ کی اطاعت بلاقدرت بھی فرض ہے یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے اور جب کوئی وجہ نہین پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی باتین جھگڑا ڈالنے کیلیے جملہ علماے کرام کی واضح تصریحات متظافرہ اور اجماع صحابہ و اجماع امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کرکے عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنت کا خلاف کیا جائے خارجیون معتزلیون کا ساتھ دیا جائے دور از کار تاویلون تبدیلون تحریفون خیانتون عنادون مکابرون سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے والعیاذ باللہ تعالے **اب** ہم بتوفیقہ تعالے اس اجمال مفصل کی تفصیل مجمل کے لیے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہین **مقدمہ** خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلۂ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہین پڑسکتا **فصل اول** احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مذہب اہلسنت نصرہم اللہ تعالے سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت **فصل دوم** خطبۂ صدارت مین مولوی فرنگی محلی صاحب کی ۵ اسطری کارگزاری کی نازبرداری **فصل سوم** رسالۂ خلافت مین مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہذیانات و تلبیسات کی خدمتگزاری وباللہ التوفیق لا رب سواہ والصلوۃ والسلام علے مصطفاہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔

مقدمہ

خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہدیا جانا ہی خلیفہ نہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ مین اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اوس سے خلافت مصطلحۂ شرعیہ پر کیا اثر

(۱) خلیفہ حکمرانی و جہانبانی مین رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام

امت پر ولایت عامہ والا ہی شرح عقائد نسفی مین ہی (خلافتہم) ای نیابتہم عن الرسول فی اقامۃ الدین حیث یجب علی کافۃ الامم الاتباع خود سر کفار کا او نکو آزمانا شرعاً او سکو استحقاق ولایت عامہ مین مخل نہین جسطرح اونکا خود نبی کو نماننا یونہین روی زمین کے مسلمانون مین جو اسے نمانیگا اوسکی خلافت مین خلاف نہ آئیگا یہ خود ہی باغی قرار پائیگا اور اصطلاح مین سلطان وہ بادشاہ ہی جسکا تسلط قہری ملکون پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اوسکے زیر حکم ہون کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسالک عن علی بن سعید یہ دو قسم ہی۔ مولّی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اسکی ولایت حسب عطای خلیفہ ہوگی جسقدر پر والی کرے دوسرا متغلب کہ بزور شمشیر ملک دبا بیٹھا اسکی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس (۲) کہ اول پر متفرع ہی خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی مین تمام امت پر فرض ہی جسکا منشا خود اسکا منصب ہے کہ نائب رسول رب ہی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر۔ پھر اگر مولّے ہے تو بواسطہ عطای خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اوسکا امر امر خلیفہ ہی اور امر خلیفہ امر نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم اور اگر متغلب ہے تو نہ اوس کے منصب سے کہ وہ شرعی نہین بلکہ دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کیلیے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری سے دربارۂ سلطان متغلب نقل کیا ما ان طاعتہ خیر من الخروج علیہ لما فی ذلک من حقن الدماء وتسکین الدھماء (۳) کہ دوم پر متفرع ہی خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا یہانتک کہ تنہائی وخلوت مین بھی اوسکا خلاف جائز نہین کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہی ایک زمانے مین خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو فتوی دینے سے منع کر دیا تھا امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر مین ایک مسئلہ پوچھا امام نے فرمایا مین جواب نہین دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہی یہان سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہی جبکہ دوسرے

اسکے اور اگر بتو اسکے موجود ہون کہاب اوسکا ترک معصیت نہین تو حکم خلیفہ نافذ ہوگا اگر چہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اوسکا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتوی سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ کی مستفاد نہ ہو اوسکے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب و حرام نہ ہوجاینگے تنہائی مین اسطور پر کہ اوسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہیگا علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالی صاحب نسیم الریاض و عنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے مین سلطان نے حقہ پینے سے لوگون کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈالکر پیتے امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان مین فرماتے ہین مین نہ خود حقہ پیتا ہون نہ میرے گھر بھر مین کوئی پیتا ہی مگر مباح کو حرام نہین کہہ سکتا اور منع سلطانی کے جواب مین شرح ہدیہ ابن العماد مین فرماتے ہین لیت شعری ای امر امر بہ یتمسک بہ امرہ الناس بترکہ او امرہ باعطاء المکس علیہ علی ان المراد من اولی الامر فی الایۃ العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی فی آخر مسائل شتی من شرح الکنز و ایضا ہل منع السلاطین الظلمۃ یثبت حکما شرعیا و قد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر یعنی کاش مین جانون کہ سلطان کا کونسا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ پینا یا یہ کہ تنباکو پر محصول دین معہذا آیہ کریمہ مین اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علما ہین جسطرح شرح کنز امام عینی مین ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہو جائیگا حالانکہ ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی یہ ارشاد امام علم الہدی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین مین ہے جنھین ہزار برس سے زائد ہوئے نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیہ (۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت مین تمام جہان مین ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکون مین دس خود مستر آزاد لکھتے ہین

ملہ اسلام نے مسلمانون کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی تمام روئے زمین پر مسلمانون کا صرف ایک ہی فرمانروا خلیفہ ہو (۵) کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت مین دوسرے

سلطان کے اذن کا محتاج نہین مگر ہر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہی کہ بے اسکے اوسکی
حکومت شرعی اور مبنی شرع نہین ہو سکتی خود آزاد کے ص۳ سے گزرا کہ خلافت کی عظمت دینی
نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لیے مقام خلافت سے پروانہ
نیابت حاصل کرتے رہین (۶) خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے
معزول کیے معزول نہین ہو سکتا خود جبار و سرکش عُتّا و ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون
رشید کو قتل کرکے خلفا پر حاوی ہو گئے تھے جب اونہین کسیکو زندہ رکھکر معزول کرنا
چاہتے خود اوسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفا دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف
سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہدینا مین نے تجھے معزول کیا اوسکے عزل کو بس ہے
(۷) سلطنت کے لیے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہین بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے
خود رسالۂ آزاد ص۵۵ مین ہی غلامون نے بادشاہت کی ہی اور تمام سادات و قریش نے
اونکے آگے اطاعت کا سر جھکایا ہی اور خلافت کے لیے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط
کما فی المواقف وشرحہ وعامۃ الکتب یہان سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے
نیز کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہی ولہذا کبھی خلیفہ کے نام کیساتھ لفظ سلطان
نہین کہا جاتا کہ اوسکی کسر شان ہی آجتک کسینے سلطان ابوبکر صدیق سلطان عمر فاروق سلطان
عثمان غنی سلطان علی مرتضی بلکہ سلطان عمر بن عبد العزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا
کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کیساتھ اسے نہ پائیگا تو کھل گیا کہ جسکے نام کے ساتھ
سلطان لگاتے ہین اوسے خلیفہ نہین مانتے کہ خلیفہ اوس سے بلند و بالا ہی یہی وہ خلافت
مصطلحۂ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے اسکے لیے قرشیت وغیرہا سات شرطین لازمی ہین
عرف حادث مین اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہین یا مدح مین ذکر کر جائین وہ نہ حکم شرع
کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا منافی۔ جسطرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر مین انبیا علیہم
الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہین جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے

خارج ہی بپھر عرف حادث مین بچون کو بھی معصوم کہتے ہین یہ خارج از بحث ہے جیسے ذوالنون کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہین یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہو وباللہ التوفیق۔

فصل اول

احادیث متواترہ سرکار رسالت واجماع صحابہ وتابعین وائمہ امت ومذہب مہذب اہلسنت وجماعت سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت

احادیث شریفہ کو مین جدا اون اونکی تخریج وشان تواتر بتاؤن اون سے انضمام تقریب ووجہ احتجاج دکھاؤن اس سے یہی بہتر کہ کتب عقائد وکتب حدیث وکتب فقہ سے اقوال جلیلہ ائمہ کرام وعلمای اعلام سناؤن کہ اون مین وہ سب کچھ بفضلہ تعالی بروجہ کافی ووافی ہی ہر وہم ووسوسہ کا نافی وشافی ہے وہی تمھین بتادینگے کہ حدیثین متواتر ہین اون کی حجتین ظاہر ہین ہر طبقہ وقرن کے اجماع متظافر ہین مخالف سُنی نہین خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہین وباللہ التوفیق۔

کتب عقائد

امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملۃ والدین عمر نسفی استاذ امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالی کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلۂ نظامیہ ودیگر سلاسل تعلیمیہ مین عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس مین اسی لیے رکھا ہی کہ طلبہ عقائد اہلسنت سے آگاہ ہو جائین اس کتاب جلیل مین ہر دوکون کم تولیش ولا یجوز من غیرہم یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہین شرح علامہ تفتازانی مین ہی لہ یخالف فیہ الا الخوارج وبعض المعتزلۃ قرشیت کی شرط مین کسینے خلاف نکیا مگر خارجیون اور بعض معتزلیون

نے اوسکی تعیین ہے یشترط ان یکون الامام قرشیا لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام الائمۃ
من قریش وھذا وان کان خبر واحد المالہ رواہ ابوبکر محتجا بہ علی الانصار ولم ینکرہ احد
فصار مجمعا علیہ یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الائمۃ من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کسینے اسپر انکار نکیا تو اسپر
اجماع ہوگیا کتاب قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام غزالی میں ہے شرط الامامۃ نسبۃ
قریش لقولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریش خلافت کی شرط نسب قریشی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہیں اوسکی شرح اتحاف میں ہے
ان کثیرا من المعتزلۃ نفی ھذا الاشتراط ودلیل اھل السنۃ قولہ صلے اللہ تعالی
علیہ وسلم الائمۃ من قریش قال العراقی اخرجہ النسآئی من حدیث انس والحاکم
من حدیث علی وصححہ اھ قلت وکذا اخرجہ احمد من حدیث ابی ھریرۃ وابی بکر الصدیق
والطبرانی من حدیث علی وعندہ عن انس بلفظ ان الملک فی قریش واخرج یعقوب
بن سفیان وابو یعلی والطبرانی من طریق سکین بن عبد العزیز حدثنا سیار
بن سلامۃ ابو المنہال قال دخلت مع ابی علی ابی برزۃ الاسلمی فسمعتہ یقول سمعت
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول الامراء من قریش الخ یعنی بہت معتزلیوں
نے شرط قرشیت کا انکار کیا اور اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ خلفا قریش سے ہوں امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حاکم نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی
اور کہا یہ حدیث صحیح اھ میں کہتا ہوں یونہیں اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ اور ابو یعلی
وابوداود طیالسی وبزار نے انس اور امام احمد نے ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر
اور طبرانی نے مولیٰ علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نیز طبرانی کے یہاں

بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الفاظ سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہی اور یعقوب بن سفیان وابویعلی وطبرانی نے سکین بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابوالمنہال نے حدیث بیان کی کہ میں اپنے والد کیساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا انھوں نے یہ حدیث روایت کرتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ خلفا قریش سے ہیں تو کہ تمھارے یہ حدیث لا یزال ھذا الامر فی قریش وشواھدہ وکلہ ماخوذ من الفتح **مسایرہ** امام محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے شرط الامام نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلۃ خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت معتزلیوں کے خلاف **مسامرہ** علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام ابن الہمام میں ہے لنا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریش وقد منا تخریجہ وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخرجہ الشیخان وفی البخاری من حدیث معٰویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ھذا الامر فی قریش ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا نیز بخاری میں امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے اور تخریج حدیث چہ ورق اوپر بیان کی رواہ النسائی من حدیث انس ورواہ بمعناہ الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیہقی وافردہ شیخنا الامام الحافظ ابوالفضل بن حجر بجزء جمع فیہ طرقہ عن نحو من اربعین صحابیا یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار وبیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جسمیں اسکی روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جمع کیں۔ علامہ امام قاسم بن

تہلوی بعا خفی تلمیذ امام ابن الہمام **تعلیقات** مسایرہ مین فرماتے ہین اما عندنا فالشروط
النواع لبعضہا الازم لا تنعقد بدونہ وھی الاسلام والذکورۃ والحریۃ
والعقل والبلوغ واصل الشجاعۃ وان یکون قرشیا ہمارے نزدیک خلافت
کی شرطین کئی قسم ہین بعض توشروط لازم ہین کہ اونکے بغیر خلافت صحیح ہی نہین ہوسکتی وہ
یہ ہین اسلام اور مرد ہونا اور آزادی وعقل وبلوغ واصل شجاعت اور قرشی ہونا پھر فرمایا
اما نسب قریش فلقولہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریش رواہ
البزار وھذا وانکان خبر واحد فقد اتفقت الصحابۃ علے قبولہ
قالہ الامام ابو العباس الصابونی وغیرہ قریشی ہونا اس لیے شرط ہی کہ
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش ہی ہون اسی بزار نے روایت کیا
اور یہ اگرچہ خبر آحاد ہو مگر صحابہ کرام نے اسکے قبول پر اجماع فرمایا یہ امام ابو العباس
صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا **طوالع الانوار** علامہ بیضاوی مین ہی التاسعۃ
کونہ قرشیا خلافا للخوارج وجمع من المعتزلۃ لنا قولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الائمۃ من قریش واللام فی الجمع حیث لا عہد للعموم یعنی خلافت کی نوین شرط
قریشی ہونا ہی اس مین خارجیون اور ایک گروہ معتزلہ کو خلاف ہے کہ وہ خلیفہ
کا قریشی ہونا ضروری نہین جانتے ہماری دلیل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ خلفا قریش سے ہون جہان عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے
لیے ہوتا ہے یعنی تمام خلفا قریش ہی سے ہون **مواقف** مین ہی یکون قرشیا
ومنعہ الخوارج وبعض المعتزلۃ لنا قولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ
من قریش ثم ان الصحابۃ عملوا بمضمون ھذا الحدیث واجمعوا علیہ
فصار قاطعا یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہین ہماری
دلیل نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہون پھر صحابہ کرام اس

حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور اون کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل قطعی ہوگئی شرح
علامہ سید شریف مین ہے صار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ یعنی دلیل قطعی
ہوگئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہو گیا وحشی مین ہے اشتراطہ الامامیۃ یعنی اہلسنت کے
نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے مقاصد مین ہے یشترط فی الامام کونہ قرشیا لقولہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الائمۃ من قریش امام مین شرط ہے کہ قرشی ہو رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہون شرح مقاصد مین ہے اتفقت الامۃ علی
اشتراط کونہ قرشیا خلافا للخوارج لنا السنۃ والاجماع اما السنۃ فقولہ صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم الائمۃ من قریش واما الاجماع فہو انہ لما قال الانصار یوم السقیفۃ منا امیر و
منکم امیر منعہم ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ بعدم کونہم من قریش ولم ینکرہ علیہ
احد من الصحابۃ فکان اجماعا یعنی تمام امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط ہے
اسمین مخالف خارجی ہین اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماع امت ہے حدیث تو حضور
اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہین اور اجماع یون کہ جب انصار
رضی اللہ تعالی عنہم نے روز سقیفۂ بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالی عنہم سے کہا ایک امیر
ہم مین سے اور ایک تم مین سے اونھین صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے دعوی خلافت سے
یون باز رکھا کہ تم قریشی نہین (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اسپر کسی صحابی نے انکار نکیا
تو اجماع ہو گیا شرح فقہ اکبر مین ہے یشترط ان یکون الامام قرشیا لقولہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وھو حدیث مشہور ولیس المراد بہ الامامۃ فی الصلاۃ
اتفاقا فتعینت الامامۃ الکبری خلافا للخوارج وبعض المعتزلۃ یعنی شرط یہ ہے
کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ائمہ قریش سے ہین اور یہ حدیث
مشہور ہے اور اسمین امامت نماز باجماع مراد نہین تو ضرور خلافت مراد ہے اسمین مخالف
خارجی ہین یا بعض معتزلی طریقہ محمدیہ مین ہے المسلمون لا بد لہم من امام قرشی

ولا یشترط ان یکون ھاشمیا یعنی مسلمانون کے لیے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہین حدیقۂ ندیہ مین ہے یکون من قریش ولا یجوز من غیرھم خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہین۔ تمہید امام ابوالشکور سالمی جسے سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الحق والدین نے درس مین پڑھا اوس مین ہے اجمعنا علی ان الامام من قریش ولا یکون من غیرھم اہلسنت کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش سے ہو اونکے غیر سے نہین

کتب حدیث

صحیح مسلم و صحیح بخاری مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان خلافت ہمیشہ قریش کے لیے ہے جبتک دنیا مین دو آدمی بھی رہین شرح صحیح مسلم للامام النووی و شرح صحیح بخاری للامام القسطلانی و مرقاۃ علی قاری مین ہے بین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ھذا الحکم مستمر الی آخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ یہ حکم ختم دنیا تک ہے جبتک دو آدمی بھی رہین ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین ابن المنیر سے اور عمدۃ القاری امام بدر محمود عینی حنفی مین ہے قریش ھم اصحاب الخلافۃ وھی مستمرۃ لھم الی آخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان قریش ہی خلافت والے ہین وہ ختم دنیا تک اونھین کے لیے ہے جبتک دو آدمی بھی باقی رہین امام قرطبی کی مفہم شرح صحیح مسلم مین پھر عمدۃ القاری فتح الباری شروح صحیح بخاری مین ہے ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لا تنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مہما وجد منھم احد اس حدیث مین حکم شرعی کا بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جبتک دنیا مین ایک قرشی بھی باقی رہے اور دوسرے کی خلافت صحیح نہین امام نووی شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی و علامہ سید شریف و علی قاری شروح مشکوۃ مین فرماتے ہین ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر

ان الخلافة مختصة بقريش لا يجوز عقدها لاحد من غيرهم وعلى هذا انعقد الاجماع في زمن الصحابة وكذلك بعدهم ومن خالف فيه من اهل البدع او عرض بخلاف من غيرهم فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين فمن بعدهم بالاحاديث الصحيحة

یہ حدیثین اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلین ہین کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے اونکے سوا کسیکو خلیفہ بنانا جائز نہین اسی پر زمانۂ صحابہ مین یونہین انکے بعد اجماع منعقد ہوا تو جن بدمذہبون نے اسمین خلاف کیا یا جسنے اور کسیکے خلاف کا اشارہ کیا اوسکا قول صحابہ وتابعین وعلماء مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثون سے مردود ہے علامہ ابن المنیر پھر حافظ عسقلانی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین الصحابة اتفقوا على افادة المفهوم للحصر خلافا لمن انكر ذلك والى هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان يكون قرشيا وقالت الخوارج وطائفة من المعتزلة يجوز ان يكون الامام غير قرشي وبالغ ضرار بن عمرو فقال تولية غير القرشي اولى وقال ابو بكر الطيب لم يعرج المسلمون على هذا القول بعد ثبوت حديث الائمة من قريش وعمل المسلمون به قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع على اعتباره ذلك قبل ان يقع الاختلاف یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمة من قریش خلافت کا قریشی مین حصر فرماتی ہے برخلاف اوسکے جو اسکا منکر ہو اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط اور خارجیون اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے اور ضرار بن عمرو تو یہانتک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابو بکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانون نے اس قول کی طرف التفات نکیا بعد اسکے کہ حدیث الائمة من قریش ثابت ہوچکی اور ہر قرن مین مسلمان اوسپر عامل رہے اور اس اختلاف اوٹھنے سے پہلے اوسکے ماننے پر اجماع منعقد ہولیا۔ امام احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام احمد شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث جزء هذا الامر في قريش مين فرماتے ہين المبتدأ بالحقيقة هٰهنا هو الامر الواقع

صفة لهذا وهذا الا بوصف الا ما الجنسي فمقتضاه حصر جنس الامر في قريش كانه قال لا امر الا في قريش والحديث وان كان بلفظ الخبر فهو بمعنى الامر و بقية طرق الحديث تؤيد ذلك یعنی حاصل حدیث یہ ہی کہ هذا الامر فی قریش دائما یہ امر خلافت ہمیشہ قریش کے لیے ہے هذا مبتدا ہی اور امر اوسکی صفت اور هذا کی صفت مین ہمیشہ جنس ہی آتی ہی تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لیے ہی (اونکے غیر کیلئے اوسکا کوئی فرد نہین) گویا الفاظ یون ارشاد ہوی کہ خلافت نہین مگر قریش مین اور حدیث اگرچہ صورۃً خبر ہے معنےً امر ہے حدیث کی باقی روایتین اس معنے کی مؤید ہین امام ابن حجار اون سے پہلے امام ابن بطال شرح بخاری للمهلب سے ناقل یجوز ان یکون ملك یغلب علی الناس بغیر ان یکون خلیفة وانما انکر معٰویة رضی الله تعالى عنه خشیة ان یظن احد ان الخلافة تجوز فی غیر قریش فلما خطب بذلك دل علی ان ذلك الحکم عندهم کذلك اذ لم ینقل عن احد منهم انکر علیه یعنی جب حضرت عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلۂ قحطان سے ہوگا حضرت امیر معٰویہ رضی الله تعالیٰ عنہ نے اسپر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا جسمین فرمایا مین نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش مین ہی یہ انکار اس بنا پر نتھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہین ہو سکتا یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگون پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قرشی خلیفہ ہو سکتا ہی لہذا حضرت امیر معٰویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہین ہو سکتا اور اسپر کسی صحابی و تابعی نے انکار نکیا تو معلوم ہوا کہ اون سبکا یہی مذہب ہے مہلب پھر ابن بطال پھر عینی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح صحیح بخاری مین فرماتے ہین القحطانی اذا قام ولیس من بیت النبوۃ ولا من قریش الذین جعل الله فیهم الخلافة فهو من اکبر تغیر الزمان و تبدیل الاحکام جب قحطانی قائم ہوگا اور وہ نہ خاندان

نبوت سے ہے نہ قریش سے حنیین اللہ عزوجل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکام شریعت کی تبدیل ہوگا امام اجل قاضی عیاض پھر امام ابو زکریا نووی **شروح صحیح مسلم** مین فرماتے ہین اشتراط کونہ قرشیا ھو مذھب العلماء کافۃ وقد احتج بہ ابوبکر و عمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیہا قول ولا فعل یخالف ما ذکرنا وکذالک من بعدھم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام و من وافقہ من الخوارج واھل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین خلیفہ مین قرشی ہونیکی شرط تمام علما کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ مین کسی نے اسکا انکار نہ کیا اور بیشک علما نے اسے مسائل اجماع مین گنا اور سلف صالح مین کوئی قول یا فعل اسکے خلاف منقول نہ ہوا یونہی تمام زمانون مین علماے مابعد سے اور وہ جو نظام معتزلی اور خارجیون اور بدمذہبون نے کہا کہ غیر قرشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے کچھ گنتی شمار مین نہین کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی **اشعۃ اللمعات** مین فرماتے ہین گفت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمیشہ می باشد این خلافت در قریش یعنی می باید کہ در ایشان باشد و جائز نیست شرعا عقد خلافت مر غیر ایشان را و برین منعقد شد اجماع در زمن صحابہ و باین حجت کردند مہاجران بر انصار امام جلال الدین کی **تاریخ الخلفاء** سے گزرا لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتہم غیر صحیحۃ لانہم غیر قریش مین نے اس کتاب مین خلفاے عبیدیہ سے کسیکا ذکر نہ کیا اس لیے کہ اونکی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہین۔

لہ اور وہ آخر کتب الحدیث تبعا ۱۲ منہ غفرلہ

کتب فقہ حنفی

فتاویٰ سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے یشترط ان یکون الخلیفۃ قرشیا ولا یشترط ان یکون هاشمیا خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔ **اشباہ والنظائر** فن ثالث بیان فرق میں ہے **ابو السعود** ازہری علی الکنز میں ہے یشترط فی الامام ان یکون قرشیا خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو **غمز العیون** میں ہے یشترط نسب قریش لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریش یعنی قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قرشی ہوں **درمختار** میں ہے یشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا خلیفہ ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ مسلمان آزاد مرد عاقل بالغ قادر قرشی ہو **طحطاوی** علی الدر میں ہے اشترط کونہ قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریش وقد سلمت الانصار الخلافۃ لقریش بھذا الحدیث خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قرشی ہوں اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی **ردالمحتار** میں اسکے مثل لکھ کر فرمایا وبہ یبطل قول الضراریۃ ان الامامۃ تصلح فی غیر قریش والکعبیۃ ان القرشی اولی بھا یعنی اسی حدیث و اتفاق صحابۂ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کیلئے قرشی صرف اولیٰ ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا اول نے غیر قرشی کی خلافت کو روا سمجھا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولیٰ سمجھا لازم نہ جانا اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفۂ شرعی ہو ہی نہیں سکتا تمہید امام ابو شکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نص سے اسکی تصریح ہے کہ قال ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یصلح اماما اذا کان قرشیا

برا کان او فاجرا خلافت صحیح ہی بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

ازالۂ وہم مِن عبارات کتب عقائد و حدیث

بالجملہ مسئلہ قطعاً یقیناً اہلسنت کا اجماعی ہی ولہذا حدیث بخاری اسمعوا و اطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے اوسکی شرح مین علما قاطبۃً ازالۂ وہم کیطرف متوجہ ہوئے **شرح مقاصد** میں ہے ذلک فی غیر الامام من الحکام یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے مین ہے **مواقف** مین ہی ذلک فی من امرہ الامام علی سریۃ وغیرھا یہ حدیث اوسکے بارے مین ہی جسے خلیفہ کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے شرح مواقف مین ہی یجب حملہ علی ھذا دفعا للتعارض بینہ وبین الاجماع او نقول ھو مبالغۃ علی سبیل الفرض ویدل علیہ انہ لایجوز کون الامام عبدا اجماعا حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہی کہ اجماع کے مخالف نہ پڑے یا یون کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ بطور فرض ارشاد ہوا ہی اور اوسکی دلیل یہ ہی کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہی امام ابن الجوزی نے **تحقیق** پھر امام بدر محمود عینی نے عمدۃ القاری پھر حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلاۃ مین فرمایا ھذا فی الامراء والعمال لا الائمۃ والخلفاء فان الخلافۃ فی قریش لا مدخل فیھا لغیرھم یہ حدیث سردارون اور عاملون کے بارے مین ہے نہ خلفا مین کہ خلافت تو قریش مین ہی دوسرونکو اوس مین دخل ہی نہین یہین فتح الباری مین ہے امر بطاعۃ العبد الحبشی والامامۃ العظمی انما تکون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرھم متغلبا حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہی تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی امیر بن بیٹھنے والا عمدۃ القاری و فتح الباری کتاب الاحکام مین اسی حدیث کے نیچے ہی ای جعل عاملا بان امر امارۃ عامۃ علی بلد مثلا او ولی فیھا ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی الصلاۃ او جبایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان

الراشدین من تجمع له الامور الثلٰثة ومن یختص ببعضها مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے بدون کہ خلیفہ
ملا کسی شہر کا عام عامل کر دے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی
شکر کی سرداری خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہوجاتی تھیں اور کسی میں بعض امام ابو سلیمٰن خطابی
پھر امام عینی و امام عسقلانی و ملی قاری نے فرمایا قد یضرب المثل بما لا یقع فی الوجود وھذا
من ذالک واطلق العبد الحبشی مبالغة فی الامر بالطاعة وان کان لا یتصور شرعا ان
یلی ذلک اھ بلفظ المرقاة قال الخطابی قد یضرب المثل بما لا یکاد یصح فی الوجود
یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی یہ حدیث اسی قبیل سے ہے حبشی
کا ذکر حکم اطاعت میں مبالغہ کیلئے فرمایا اگرچہ یہ شرعا متصور نہیں۔ اشعة اللمعات میں ہے
ذکر عبد برای مبالغہ است بروتیرہ قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجد را اگرچہ
مثل آشیانہ گنجشک ومرغ ہرگز مثل آشیانہ گنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد
نائب خلیفہ است عمدة القاری و کواکب الدراری و مجمع البحار میں ہے ھذا فی الامراء والعمال
دون الخلفاء لان الحبشی لا یتولی الخلافة لان الائمة من قریش یہ حدیث سرداروں
اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفاء تو قریش سے ہیں مہلب پھر ابن بطال پھر ابن حجر
نے فتح میں کہا قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسمعوا و اطیعوا لا یوجب ان یکون
المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لا تکون الا فی قریش نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسکو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے
عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں ہے فتح الباری و ارشاد الساری و مرقاة قاری میں ہے
واللفظ لها (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعمله الامام الاعظم
علی القوم لا ان العبد الحبشی ھو الامام الاعظم فان الائمة من قریش اگرچہ تم پر
غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنا کے دے یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو
کہ خلفاء تو قریش سے ہیں مجمع بحار الانوار میں ہے شرط الامام الحریة والقرشیة

ولیس فی الحدیث انہ یکون اماما بل یفوض الیہ الامام امرا من الامور۔ خلیفہ
کے لیے شرط ہے کہ آزاد و قریشی ہو اور حدیث مین یہ نہین کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ
اوسے کوئی کام سپرد کرے **اقول** بلکہ خود حدیث صحیح مین اس معنی کی تصریح صریح موجود
جسکا بیان فصل سوم مین آئیگا ان شاء اللہ العظیم الودود۔ **بالجملہ** دربارۂ خلافت ہر طبقے
اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہانتک کہ اب دور آخر مین مولوی
عبد الباری صاحب کے جد اعلیٰ حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ
تعالیٰ نے **شرح فقہ اکبر** سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مین خلافت صدیقی
پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے مین فرمایا باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت تخلف ماند اینہم ہیچ
کہ سعد بن عبادہ امارت خود می خواست و این مخالف نص ست چہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرمودہ اند الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چہ مخالفت
مانند سائر صحابہ نبود بلکہ مخالفت او اعتبار ندارد۔ و پھر خلافت فاروقی پر انعقاد اجماع مین فرمایا
ہمہ صحابہ بدان عمل کردند و بیعت حضرت امیر المؤمنین عمر کردند و درین ہم کسے مخالفت نکرد
سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خود میخواست چنانچہ واقع شد
اب سب سے اخیر دور مین حضرت مولانا فضل رسول صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد
المعتقد المنتقد مین فرماتے ہین یشترط نسب قریش خلافا للکثیر من المعتزلۃ ولا
یشترط کونہ ہاشمیا خلافا للروافض خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے برخلاف
بہت معتزلیون کے اور ہاشمی ہونا شرط نہین برخلاف رافضیون کے حضرت مولٰنا
عبد القادر صاحب بدایونی مرحوم اپنے رسالہ عقائد **احسن الکلام** مین فرماتے ہین نعتقد
انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانون پر
قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔

نوع دگر از کتب عقائد

علامہ سعدالدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں فان قیل فعلی ماذکرتم ان مدة الخلافة
ثلثون سنة یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامة
کلہم قلنا المراد بالخلافة الکاملة ولو سلم فلعل الخلافة تنقضی دون
الامامة بناء علی ان الامامة اعم لکن ہذا الاصطلاح لم نجدہ من القوم
واما بعد الخلفاء العباسیة فالامر مشکل یعنی اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام امت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام امت
پہ واجب تھا تو ہم جواب دینگے کہ وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی
نہ کہ مطلق خلافت اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی امامت بعد کو رہی اور
واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوی یہ اسپر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے
عام ہی مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نپائی بہرحال جب سے خلفاے عباسیہ نرہی امر مشکل
ہے کہ اوس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ تو اعتراض نہ اوٹھا سکتے۔ **اقول اولا**
صحیح جواب اول ہی اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہی اوس وقت تک نظر اوسپر نہ کی
تھی ثانیا امامت بیشک عام ہی جسکا بیان ہم کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز علامہ موصوف
شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کرکے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں
کہ فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترک الواجب
لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة
العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوہ عن قدرة واختیار لا عجز واضطرار
اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم
آتا ہی کہ امام کے لیے جو صفات لازم ہیں الیسا مدت سے نہیں خصوصا جب سے دولت عباسیہ
نرہی خلافت کا نام نشان تک نرہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہی اور گمراہی پر امت کا

اتفاق محال۔ تو ہم جواب دینگے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ اونکے بعد امت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی عجز و مجبوری کی حالت مین کیا الزام ہو۔ یہی مضمون مولوی علی الخیالی مین ہے حدیث عجز و اضطرار بیان کرکے کہا دھذا یندفع الاشکال بعد الخلفاء الراشدین والعباسیۃ ایضا یعنی خلفاء عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور مفقود ہے مگر امت پر الزام نہین آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے شرح عقائد امام نسفی پھر تعلیقات المسایرہ للعلامۃ قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الہمام رحمہم اللہ تعالیٰ مین ضرورت خلیفہ بتائی کہ دین و دنیا کے ان ان کامونکے انتظام کو اوسکا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا فان قیل فلیکتف بذی شوکۃ لہ الریاسۃ العامۃ اماما کان او غیر امام فان انتظام الامر یحصل بذلک کما فی عہد الاتراک قلنا انہ یحصل بعض الانتظام فی امر الدنیا ولکن یختل امر الدین وھو المقصود الاھم یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک عام ریاست والے پر کیون نہ قناعت ہو جانے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہین اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت۔ تو ہم جواب دینگے ہان ایسی سلطنتون سے دنیاوی کامون کا کچھ انتظام چل جائیگا مگر دینی کامون مین خلل آئیگا وہ بے خلیفہ نہ بنینگے اور دین ہی مقصود اعظم ہے لہذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیان کافی نہین خلیفہ کی ضرورت ہے۔ کیا اسکے بھی صاف نص کی حاجت ہے و ﷲ الحجۃ البالغۃ تنبیہ اسی نوع سے ہے وہ حدیث کہ صدر کلام مین امام خاتم الحفاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچیگی ظہور مہدی تک اور کو نہ ملیگی۔ ظاہر ہوا کہ سنہ ۱۳۲ سے آجتک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہوا ہے نہ ہو گا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرق عدیدہ سے حسن ہے اوسے طبرانی نے معجم کبیر مین ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور دیلمی نے مسند الفردوس

مین اوصیین سے لبسند دیگراور دار قطنی نے افراد مین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً اور خطیب نے لبسند خلفاء حضرت حبرالامتہ سے موقوفاً اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہین لکلنها فی ولد عمی صنو ابی حتی یسلموھا الی المسیح ہان خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد مین ہے یہانتک کہ اوسے سپرد مسیح کرینگے اور حدیث ابن مسعود مین ہے یدفعون الی رجل من اهل بیتی یواطئ اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی فیملؤها قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما وہ خلافت کو میرے اہل بیت سے ایک مرد کے سپرد کرینگے جسکا نام میرا نام ہوگا اور اوسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھردیگا جسطرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اوسپر اعتماد کیا کما نقلنا یہ ہین تقریباً پچاس حدیثین اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانوے عبارتین سنی باانصاف کو اسقدر کافی ووافی ہین وللہ الحمد والحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالیٰ علے سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین +

فصل دوم

خطبۂ صدارت مولوی فرنگی محلی مین ۵ غلطی کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانو تم نے دیکھا خلافت کے لیے شرط قرشیت پر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثین صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع امت کا اجماع جملہ اہلسنت کا عقیدہ ائمہ واکابر حنفیہ کی کتب عقائد مین تصریحین کتب حدیث مین تصریحین کتب فقہ مین تصریحین ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی خطبۂ صدارت مین صرف شافعیہ کیطرف نسبت کرنا اور حنفیہ مین فقط بعض کے کلام سے وہ

بھی تصریح نہین نحوی سے سمجھے جانیکا ادعا کرنا کسقدر خلاف دیانت و اغوای عوام ہے
(۲) تمہید مین تو اوسپر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا نص صریح مذکور
شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا نحوی کلام ہوگا (۳) اوسپر نقول قاہرۂ اجماع کیونکر
گرانا کہ بعض متکلمین نے اجماع نقل کیا۔ کیسی تلبیس ہی (۴) یہ کہنا کہ ابتدا اسکی قاضی عیاض سے
معلوم ہوتی ہی مگر ثبوت اجماع مشکل ہے ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہی امام اجل ثقہ
عدل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی سے پہلے ائمہ نے اوسپر اجماع نقل کیا بعد کے علما نے
نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کسینے اوسمین خلاف اہلسنت کا پتا نہ دیا معاذ اللہ یہ
سب جھوٹے ہین اور نری محلی سچے (۵) جب نقول ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہرین تو آپہی
ہزارون اجماعونکا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہین کہ بعد
عصر نبوت فلان فلان مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہین نہ وہ سب
ملکر اپنے اجماع کی دستاویزین رجسٹری کرا گئے اب نہ رہین مگر نقول ائمہ وہ ان تازہ لیڈرون
کو مقبول نہین پھر ثبوت اجماع کی صورت ہی کیا رہی (۶) جب وہ نقل اجماع مین متہم تو نقل
اقوال خاصہ مین کیون معتمد ہونگے فقہ بھی گئی یہ وہابیہ و غیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور
جلسون مین اونکی صدارت و تقدیم کی شامت ہی کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا
قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد (۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعوی اجماع
نکیا بلکہ یہ فرمایا کہ علماء کرام نے اوسے مسائل اجماع مین گنا تو ان سے ابتدا بتانا تکذیب گستاخی
کی انتہا دکھانا ہی (۸) صدر اسلام مین ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئین پھر اگلی
صدیون کی ہزارون کتابین مفقود ہو گئین اب صدہا مسائل اجماعیہ مین سب سے پہلے جس
امام کے کلام مین نقل اجماع نظر آئے اوسیکے سر رکھدیا جائے کہ ابتدا ان سے معلوم
ہوتی ہی کتنا آسان طریقہ رد اجماع کا ہی (۹) ائمہ کرام اوسپر صحابہ و تابعین و سلف صالح
رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے آجتک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے اور اسی بنا پر کتب عقائد

مین اوسے مسئلہ قطعیہ یقینیہ فرماتے ہین اوسکے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقاد اجماع سے پہلے کی گفتگو ہی اوس سے نقض اجماع جنون خالص ہی یونہین اگر تاریخ معلوم نہو اور اگر بعد کی ہی اور سند صحیح نہین تو آپ ہی مردود اور صحیح وقابل تاویل ہی تو واجب التاویل ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعاً ناقابل عمل نہ کہ اولٹا اوس سے اجماع باطل (۱۰) قریش مین حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہین بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ من دوسرا ہی انھون نے خبر آحاد سمجھا تو ساتھ ہی قبول صحابہ سے قطعی یقینی بتادیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث الائمۃ من قریش کو چالیس کے قریب صحابۂ کرام سے مروی دکھا دیا اور اسمین مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جسکا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ مین لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش بتایا یہ عدد صحابۂ کرام مین یقیناً تواتر کا ہی یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ (۱۱) اس سے قطع نظر کیجیے تو اسقدر تو آجکل کی قاصر نگاہون سے بھی نظر آرہا ہی کہ وہ بلاشبہہ مشہور اور بالفاظ عدیدہ وطرق کثیرہ بہت صحابۂ کرام سے ماثور اور بابرہ صدر اول سے امت مرحومہ مین احتجاج وعمل کے لیے مقبول ومنظور۔ پھر اوسکے خاص الفاظ کے آحاد سے ہونیکا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد مواقف وشرح مقاصد وشرح مواقف وغیرہا مین دے چکے کیا انصاف ہی (۱۲) ائمہ نے الائمۃ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادۂ استغراق سے اتمام تقریب فرمادیا اوسے الخلافۃ فی قریش سے بدلنا اور القضاء فی الانصار سے نقض کرنا کیا مقتضائے دیانت ہے (۱۴) حدیث صحیح لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان سے استدلال ائمہ کا کیا رد ہوا کیا کسی حدیث مین یہ بھی آیا ہی کہ لایزال ھذا القضاء فی الانصار وھذا الاذان فی الحبشۃ ما بقی من الناس اثنان ہمیشہ عہدۂ قضا انصار مین اور عہدۂ اذان حبشیوں

مین رہی جبتک دنیا مین دو آدمی بھی رہین (۱۴) جب ائمہ فرما چکے کہ صحابہ کرام نے
حدیث سے حصر سمجھا اور اوسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی پہ میگوئیان نکالنا
کیا شان دین ہی (۱۵ و ۱۶) محققین اہلسنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف
خصوصاً اس نسبت کی جرارت کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہین کسقدر
دروغ بیمزہ ہی اکابر ائمہ و اعاظم علما اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرماتے
ہین باقلانی خلاف صرف خارجیون معتزلیون کا خلاف بتلاتے ہین مخالفت مین ضرار
و کعبی دو گمراہون کے قول نقل کرتے ہین معاذ اللہ اگر تمام محققین اہلسنت درکنار صرف
امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیون معتزلیون کو مخالف بتایا جاتا دو گمراہون کا
نام انکے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابل ذکر عظمت والا تھا کہ انہین چھوڑ کر اون دو کا
نام گنایا جاتا شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آب زر سے لکھنے کے ہین کہ لم یخالف فیہ
الا الخوارج و بعض المعتزلۃ اس مین کسینے خلاف نکیا سوا خارجیون اور بعض معتزلیون
کے۔ تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اسمین محققین اہلسنت و امام باقلانی کی طرف اس
نسبت باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے وللہ الحمد اجلہ اکابر ائمہ اہلسنت ائمہ کلام و اکابر
حدیث و اعاظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول
بے سند پر (جسکے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہین نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی مین
اوسکا نام زبانون پر آتا ہی) سر منڈا بیٹھنا کیا شرط دین ہوتی ہی اجلہ ائمہ جہابذہ ناقدین
کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ مین مخالف مین برابر
اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کیے اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی
کہتے رہے مگر آٹھوین صدی کے اخیر مین اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ
اسمین تو محققین اہل سنت و امام سنت مخالف ہین (۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے
اتنا لکھا تھا اشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین بہت سے محققون کو اسمین شبہہ لگا

مجلی تحریر نے شبہہ لگنا اوڑادیا اور کثیر کا لفظ گھٹا دیا اصیرون بنایا محققین ودل کر تے
یعنی انکا عدول ادراہ اشتباہ نہین بلکہ ازراہ تحقیق ہو . . . . جو اس شرط پر قائم ہین
تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عاری ہین (۱۸) ان دونون سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی
محلی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ اہلسنت بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت مین
کہان وہ خدا جانے کنکو محققین کہ رہا ہے ائمہ فرما چکے کہ اسمین مخالف خارجی ہین یا معتزلی
مخالفین مین سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہرًا معتزلہ کو کہا کہ در بارۂ خلافت جو مضمون اوسنے
کہا وہ ضرار بن عمرو معتزلی ہی کی سخافت کا شبہ ہے۔ نہین نہین بلکہ اوس سے بھی کہین زائد ہے
والعیاذ باللہ تعالی (۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اوسکے کلام سے کہین
اعتزال کی بو آتی ہے کہین نیچر یا نہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے اولیاء کرام کا صاف
منکر ہے انکو رافضیون کا مقلد بتاتا ہے کہتا ہے اونکے دلون مین رافضیہ کے اقوال رچ
گئے اور اونکے مذاہب کو اپنا دین بنانے مین توغل کیا یہانتک کہ طریقت کا سلسلہ
علی تک پہنچایا اور کہا اونھون نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا اور اون سے انکے پیر جنید
تک پہنچا اس تخصیص علی اور انکی اور باتون سے سمجھا جاتا ہے کہ پورا فضیون مین داخل ہین و لہذا
رافضیون کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار مین ہین جسکے آنیکی کچھ صحت نہین اسیطرح
اقطاب و ابدال کا یک لخت منکر ہے اسکی یہی اولیا کے مقلد روافض ہونیکا مشعر ہے کہ جیسے
رافضیون نے ہر زمانے مین ایک امام باطن اور اوسکے نیچے نقبا مانے ہین یونہین اون سے
سیکھکر صوفیہ نے ہر دورے مین ایک قطب اور اوسکے ماتحت ابدال گڑھے ہین۔ حالانکہ
احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علاوہ جنکے بیان مین امام جلال الدین
سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ و دیگر اجلۂ اقطاب کرام
قدست اسرارہم سب اقطاب و ابدال کی حقیقت متواتر بیچلے ہین کونسا صاحب سلسلہ ہے
جسکا سلسلہ امیر المومنین علی تک نہین پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذاللہ

دین مین مخترع اور رافضیون کا متبع بلکہ سالک روافض مین منسلک ٹھیراتا ہی[10] فتوحات
اسلام کا زاد حربی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا وحشی ہونا بتاتا ہی[11] اور یہ کہ امیر المومنین
فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے جہاد پر بھیجتے وقت انھین وحشیت پر اور اوبھار دیا
کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہی۔ نیز کہتا ہی[12] صحابہ وحشی ہونیکے سبب لکھنا ٹھیک
نجانتے تھے اس[13] لیے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا ہی[14] اور اولیا کو جادوگرون کے حکم مین رکھنے
کے لیے کہا جو کسیکو اپنی کرامت سے قتل کردے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائیگا
جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلہ اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام
ہروی کو لکھتا ہی کہ یہ حلولی تھے اور یہ کہ انھون نے روافض اسمعیلیہ سے سیکھا الی غیر ذلک
من هفواته الشنيعة اور پھر تستر کے لیے یا خود اپنے جہل سے ناواقفی کے باعث جابجا
سنیت واعتقاد اولیا کا اظہار بھی کرتا ہی جسنے محققین وشیخ الاسلام امام ہروی کیطرف کفر
مین تقلید روافض نسبت کردی وہ اگر محققین وامام باقلانی کیطرف بدعت مین تقلید خوارج
نسبت کردے کیا بعید ہی۔ ہان عجب اون مدعیان سنیت سے کہ تمام اکابر ائمہ وعلمای
اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لیے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامین
کیا آیہ کریمہ بئس للظلمین بدلا یہان وارد نہ ہو گی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
غالبا اس نسبت مخترعہ سے بھی اوسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہی وہ بھی شرط قرشیت
کو بھی مانتے مین خود اسی شخص نے اسی مقدمہ تاریخ فصل فاطمی مین اون اکابر کرام سے
نقل کیا قالوا انما كان امر الخلافة لقريش حكما شرعيا بالاجماع الذي لا يوهنه
انكار من لم يزاول علمه الخ یعنی صوفیہ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کے لیے
ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے سست نہین
ہوسکتا لہذا محققین وامام سنت کا خلاف بتایا کہ اونکی تکذیب ہو (۲۰) نہین نہین بلکہ اسکا
راز اور ہے خود اسی بحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا متبع اور اجماع

صحابہ کرام کا خارق اور منزار یہ و معتزلہ کا موافق ہوا اوسنے اولا شرائط خلافت مین کہا
اما النسب القرشی فلاجماع الصحابۃ علی ذلک قرشیت کی شرط اس لیے ہی کہ صحابہ
کرام نے اسپر اجماع فرمایا پھر اس اجماع کی منشأ مستند حدیثین ذکر کین کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش خلفا قریشی ہون اور فرمایا لا یزال ھذا
الامر فی ھذا الحی من قریش خلافت ہمیشہ قریش مین رہیگی اور کہا اسپر دلائل بکثرت ہین پھر
آہستہ آہستہ رد احادیث و اجماع کیطرف سرکا کہ لما ضعف امر قریش و تلاشت
عصبیتہم فاشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ
جب قریش مین ضعف آیا اور اونکی حمیت جاتی رہی تو بہت محققون کو یہان شبہہ لگا
یہانتک کہ نفی شرط قرشیت کیطرف گئے۔ یہان دونون پہلو دیکھیے اشتباہ کہا جس سے
مفہوم ہو کہ اون کو غلطی پڑ جاتا ہی اور اونھین محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اونکے زعم کو
تحقیق مانتا ہی پھر اونکے دو شبہے ذکر کیے ایک اوسی حدیث دربارہ غلام حبشی سے جسکے جواب
کلام ائمہ سے گذرے اور اوسپر زیادہ کلام انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہی اسنے جواب خطائی اختیار
کیا کہ یہ مبالغۃ بطور فرض ہی دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المؤمنین فاروق کہ مروی ہے
لو کان سالم مولی ابی حذیفۃ حیا لولیتہ اگر ابوحذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ
ہوتے تو مین ضرور اونکو والی بناتا یا فرمایا لما دخلتنی فیہ الظنۃ اور نہ مجھے کوئی بدگمانی
نہ ہوتی۔ اسکا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے لولیتہ یعنی اونھین والی
کرتا نہ کہ استخلفتہ یعنی اونھین خلیفہ کرتا والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہی ایک شہر کا بھی ہوتا ہی
جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اسے یہان سے کیا علاقہ اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا
کہ مذھب الصحابی لیس بحجۃ یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہی اور عمر کا قول کچھ حجت نہین
شان فاروقی مین یہ کلمہ جیسا ہی اہل ادب پر ظاہر ہے جنکی نسبت خاص حکم احکم حضور پر نور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اون دو کی

پیروی کرو جو میرے بعد ہونگے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہانتک تو یہی تھا۔ آگے دوسرے
جواب کے تیور دیکھیے۔ کہتا ہے والعناء مولی القوم منہم و عصبیۃ الولاء حاصلۃ
لسالم فی قریش وھی الفائدۃ فی اشتراط النسب و صراحۃ النسب غیر محتاج الیہ
اذ الفائدۃ فی النسب انما ھی العصبیۃ وھی حاصلۃ من الولاء یعنی دوسرا جواب
یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے اور اس رشتۂ ولا کے باعث قریش سالم
کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرط نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو
اسی حمیت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں
للہ الانصاف۔ دکھاتا تو یہ ہے کہ جو شرط قرشیت نہیں مانتے اونکے شبہہ کا جواب دے رہا ہے
اور جواب دیا یہ جسنے شرط قرشیت کو اوکھیڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت
سے کام ہے جسطرح بھی ہو۔ پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈھرا سگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اوسکا آزاد
کردہ غلام تو ہو اگر یہ یہاں اسمیں بھی کلام ہے کہ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وہ انکے غلام تھے بلکہ انکی بی بی ثبیتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے
انھیں نے آزاد کیا اور وہ انصاریہ ہیں نہ کہ قرشیہ۔ ہاں براہ موالات و دوستی مولی ابی حذیفہ
کہلاتے ہیں۔ ابو حذیفہ نے انکو متبنے کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے انکی شادی کر دی رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے کان مولی لامرأۃ من الانصار فتبناہ ابو حذیفۃ لما
تزوجہا فنسب الیہ یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابو حذیفہ نے
اون بی بی سے نکاح کیا انکو متبنے بنایا جب سے ابو حذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین ولہذا ارشاد الساری میں مولی ابی حذیفہ کی یوں شرح کی (مولی) امرأۃ
(ابی حذیفۃ) ثبیتا ابو حذیفہ کے مولے یعنی اونکی زوجہ کے مولی۔ غرض یہانتک بھی دونوں پہلے
بچائے مگر لفظی کا؟ غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز۔ ایسا اندیشہ
کہ نا سمجھ لوگ فقط قرشی سمجھینگے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر اون گمراہوں کی تقلید کی اسکے علاج

کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھدی اور کہا من القائلین بنفی اشتراط القرشیۃ القاضی ابو بکر الباقلانی لما ادرک عصبیۃ قریش من التلاشی فاسقط شرط القرشیۃ وانعان موافقا لرای الخوارج وبقی الجمہور علی القول باشتراطھا ولو کان عاجزا عن القیام بامور المسلمین وورد علیھم سقوط شرط الکفایۃ لانہ اذا ذھبت الشوکۃ بذھاب العصبیۃ فقد ذھبت الکفایۃ واذا وقع الاخلال بشرط الکفایۃ تطرق ذلک ایضا الی العلم والدین وسقط اعتبار شروط ھذا المنصب وھو خلاف الاجماع یعنی امام قاضی ابو بکر باقلانی نے قرشیت شرط نمانی کہ قریش کی حمیت فنا ہوگئی وہذا اسکی شرط انہون نے ساقط کردی اگرچہ یہ خارجیون کے مذہب کے موافق ہی اور جمہور اب بھی شرط قرشیت مانتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانونکا کام بنانے سے عاجز ہو اور انپر اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکیگا اور جب شرط کفایت چھوٹی یہی راہ شرط علم وشرط دین کی طرف چلیگی اور خلافت کی شرطین ساقط الاعتبار ہوجائینگی اور یہ خلاف اجماع ہی۔ اس کلام کے پیچ دیکھیے کیا کیا کروٹین بدلی ہین اول تو امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بےحمیتی دیکھکر شرط قرشیت ساقط کر بیٹھے یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک بھی کو شرط قرشیت مین کلام نہین اہلسنت کے اتنے بڑے امام اوسے استعفا دیچکے ہین پھر ساتھ ہی کہدیا کہ اسمین وہ خارجیونکے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت سے تھی پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے پھر پہلوے نفی کو کروٹ لی کہ اونپر بےاعتباری شرائط کا الزام قائم ہوتا ہی یہ جھوٹا الزام صراحۃً خود اسپر حق تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اسنے ساقط کی تو یونہین علم ودین وکفایت بھی ساقط ہوسکینگی کہ یہ راہ ہر شرط کیطرف چلیگی اور جاہل بیدین عاجز جمار کو خلیفہ کردینا جائز ہوجائیگا اور یہ خلاف اجماع ہی اوسکی یہ پیشبندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر یہ افترا جڑ دیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہین اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتب عقائد وفقہ وحدیث شاہد ہین کہ قرشیت وقدرت دونون شرط ہین اور ان کے ساتھ

اسلام و حریت و ذکورت و عقل و بلوغ بھی ہو کہ صرف قریشی ہونا بس ہی۔ یہ پہیلیان کہیلی کر اخیر
مین اونکی صاف کہلدی اذا بحثنا عن حکمة اشتراط القرشی ومقصد الشارع منه لم
یقتصر علی التبرک بوصلة النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما ہو مشہور والمصلحة لم
نجدها الا اعتبار العصبیة وذلک ان قریشا کان لهم العزة بالکثرة والعصبیة
والشرف فاشترط نسبهم لیکون اقوی فی انتظام الملة کما وقع فی ایام الفتوحات
واستمر فی الدولتین الی ان تلاشت عصبیة العرب فاذا ثبت ان اشتراط القرشیة
انما هو للعصبیة والغلب والشارع لا یخص الاحکام بجیل نظرنا العلة وهی
العصبیة فاشترطنا فی القائم بامور المسلمین ان یکون من قوم اولی عصبیة قویة غالبة
ثم ان الوجود شاهد بذلک فانه لا یقوم بامر امة او جیل الا من غلب علیهم وقل
ان یکون الامر الشرعی مخالفا للامر الوجودی یعنی ہم جو نظر کرین کہ شرط قرشیت کی
حکمت اور اوس سے شارع کا مقصود کیا ہی تو وہ علاقۂ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تبرک
پر موقوف نہین جیسا کہ لوگون مین مشہور ہو، راہی کہ قرب نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہی
اوسمین آن اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہین یہ اس لیے کہ قریش اپنی
کثرت اور آن اور شرافت کے سبب غالب تھے لہذا اونکا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام
خوب ہو جیسا کہ زمانۂ فتوحات مین ہوا اور اوسکے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتون مین ہا
یہانتک کہ عرب نرے بے حمیت ہو گئے اور جبکہ ثابت ہو لیا کہ قرشیت کی شرط فقط
اونکی حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلے کے ساتھ خاص نہین کرتی تو ہمنے
علت حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ مین ضرور ہے کہ کسی قوی و غالب حمیت والی قوم مین کا ہو پھر
واقعات بھی اسی پر گواہ ہین کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہی جو اونپر غالب ہو اور کم
ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے۔ ظاہر کر دیا کہ قرشیت شرط نہین عصبیت شرط ہے
قرشیت اس لیے شرط تھی کہ اون مین قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب

بے حمیت ہو گئے تو اب ان کی خلافت کسی بلا جسکی لاٹھی اوسکی بھینس۔ بالجملہ فقط شرط قرشیت
کی نفی کی بلکہ نفی قرشیت بلکہ نفی عربیت شرط کردی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور
صاف کہدیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہو گئے تو خلافت کیلیے شرط ہوا کہ
خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو۔ تو یہ تو ضرار معتزلی سے بھی
بہت اونچا اڑا اوسنے تو یہی کہا تھا کہ غیر قریشی اولی ہے اسنے یہ جمائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی
خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحیح حدیث مین
فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لیے ہو گی جبتک دنیا مین دو آدمی بھی رہین یہ ہے اسکا حد
یث پہ ایمان اور وہ ہے اسکا اجماع صحابۂ کرام پر ایقان۔ اور سب سے یہ اشد سا اشد ظلم
قابل تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا
ہے وہ قریش بلکہ تمام عرب کے سلب و سمو دیا اوسکو اصل مقصود شارع اور خاص شرط خلافت
ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین من قاتل تحت رایة عمیة
یغضب لعصبیة او یدعو لعصبیة او ینصر عصبیة فقتل فقتلة جاہلیة وفی اخری فلیس من امتی جو
کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصبیت (یعنی قومی حمیت شیوۂ جاہلیت) کیلیے
غضب کرے یا عصبیت کیطرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہے کہ
جیسے کوئی جاہلیت و زمانۂ کفر و غفلت مین قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں رواہ مسلم
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نیز فرماتے ہین صلے اللہ تعالی علیہ وسلم لیس منا من دعا الی
عصبیة ولیس منا من قاتل علی عصبیة ولیس منا من مات علی عصبیة ہمارے گروہ سے نہیں
جو عصبیت (قومی حمیت) کیطرف بلائے ہم مین سے نہیں جو عصبیت پر لڑے ہم سے نہیں جو
عصبیت پر مرے رواہ ابوداود عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ تو شارع صلے اللہ
تعالی علیہ وسلم کے مبغوض کو شارع کا مقصود بنانا کیسا شارع علیہ الصلاۃ والسلام پر افترا اسکا
بیباک دراجترا ہے ناپاک ہے والعیاذ باللہ تعالے۔ عجب ایک مدعی سنیت سے کہ صحابہ وائمہ

وخود ارشاد حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سب کو پیٹھ دیکر ایک گڑھا مخالف حدیث خارق
اجماع ومحدث فی الدین کا دامن تھامے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۲۱) حضرت فرنگی
محلی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحۃً اجماع صحابہ لکھکر پھر امام باقلانی کو اوسکا مخالف اور خارجی
مذہب کا موافق لکھتا ہے اوس سے کہا تو کیسا ایک سُنی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام
رکھتے شرم چاہیے تھی (۲۲) عبارت نمبر ۳۶ آپنے سنی معلوم ہے یہ امام ابو بکر ابن الطیب
کون ہیں وہی امام اجل امام سنت قاضی ابو بکر باقلانی ہیں شرح الشفا لعلی القاری میں ہے وہو
مذھب القاضی ابو بکر محمد ابن الطیب الباقلانی نسیم الریاض میں ہے وھو قول
القاضی ابی بکر ابن الطیب الباقلانی وفیات الاعیان میں ہے القاضی ابو بکر محمد
بن الطیب المعروف بالباقلانی المتکلم المشہور توفی سنۃ ثلث واربعمائۃ
ببغداد دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا۔ پھر سُن لو۔ اور کان کھولکر سُنو امام ابن المنیر
مالکی پھر فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہی کلام علامہ سید مرتضی زبیدی حنفی نے
اتحاف السادۃ المتقین جلد دوم صفحہ ۲۳۳ میں یوں نقل فرمایا قال الحافظ ابن حجر فی فتح
الباری نقل ابن المنیر عن القاضی ابو بکر الباقلانی لم یعرج المسلمون علی ھذا القول
بعد ثبوت الحدیث الائمۃ من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع
علے اعتبار ذلک قبل ان یقع الاختلاف یعنی امام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں
فرمایا کہ امام ابن المنیر نے فرمایا کہ امام قاضی ابو بکر باقلانی نے فرمایا کہ معتزلی کے اس قول کی
طرف مسلمانوں نے التفات نکیا بعد اسکے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہولیا کہ خلفا قریش
ہی سے ہوں اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنیوالوں کے
دورہ سے پہلے اسپر اجماع ہولیا۔ الحمد للہ یہ ارشاد ہے امام ابو بکر باقلانی کا جسنے اوس
مورخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افترا ثابت کیا اور صحابہ وائمۂ اہلسنت کو چھوڑ کر اوسکا دامن
تھامنے والوں کا مونہہ کالا کیا وللہ الحمد (۲۳) ایکم عصر یہان سے فرنگی محلی تحریک کا امام

قاضی عیاض نے بھی غلطی سے نہیں بھی باطل ہو گئی کہ ذکر اجماع کی ابتدا انسے ہوئی امام قاضی عیاض جیسے صدہا ہین تھے اور امام
اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چوتھی صدی کے ہین۔ وہ اجماع نقل فرما رہے ہین وسئلہ محمد (۲۴) اسکے بعد تحریر فرنگی محلی مین
حنفیہ کی کتب مین ایسی فضول بات نہین جیسی شافعیہ کی کتب مین ہے کہ الائمۃ من قریش سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام
شافعی کے امام فی المذہب ہونیکی تاکید ہو کیونکہ وہ قرشی تھے۔ یہ شافعیہ نے کیون نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد
ہے نہ کوئی ادنی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نحو کی امامت بھی قرشی ہی کا حق علما دوسرا امام نہین
ہو سکتا مدعا اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالے عنہ کیلیے ایک فضیلت ثابت کرنے ہین دوسرا
عالم غیر قرشی جب دین و علم مین امام شافعی کے برابر ہو تو اوسپر بوجہ قرشیت انکو ترجیح ہے
دیکھو فتح الباری کہ الاستدلال علی تقدیم الشافعی علی من ساواہ فی العلم والدین من غیر
قریش لان الشافعی قرشی (۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اوس فضول بات کا یہان ذکر اوس
سے بہتر فضول جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھین کہ اصل مسئلہ خلافت
قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتب حنفیہ اوس سے پاک ہین (۲۶) پھر کہا پھر بھی
محققین شافعیہ اسکو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے یہ پھر بھی اوسی خصہ تلبیس کی آیۂ
ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا اور سکو اختیاری کہا ہے پھر انمین شافعیہ
کی تخصیص ایک تلبیس اور بعض بھی محققین کی قید دوسرا کید اور لفظ اختیاری سے جہل کو دھوکا
دیکھنا عظیم ہے۔ اختیاری کے معنے یہ سمجھینگے کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ مین قرشیت کا
اعتبار کرین یا نہین یہ شافعیہ خواہ اونکے محققین جسپر کہو صریح افترا ہے کاذب ہے اور خود عقل و
فہم سے بیگانہ۔ وجاعب شرط وہ جسکے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جسپر کچھ
توقف نہ ہو۔ اصل بات جسکی صورت بگاڑ کر یون دھوکا دینا چاہا ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح
ہوتا ہے ایک یہ کہ اہل حل وعقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کر کے اوسکے ہاتھ پر بیعت
کرین جیسے صدیق رضی اللہ تعالی عنہ۔ تسلط بلا منازعت ہو جانا اوسکی شرط نہین نہ منازع
سے قتال وجدال اوسکے منافی جیسے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالے عنہما دوم

یہ کہ جسکی امامت اصطلاح ہو چکی ہو وہ دوسرے کیلیے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے۔ خلافت شرعیہ انھین دو وجہ سے ہوتی ہی اور ہرایک پسند و اختیار سے ہی پہلی مین اختیار و انتخاب اہل حل وعقد ہی اور دوسری مین اختیار و ارتضای خلیفۂ سابق۔ ان دونون مین قرشیت وغیرہا شرائط یقیناً ہین نہ اہل حل وعقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کرین نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کرے تو خلافت شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیا[illegible]پسند سے ناشی ہوتی ہی اور اوسمین قرشیت وغیرہا شرائط ضروریہ لازم و منوری ہین نہ کہ اختیار اگر ترک کیجائینگی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم مین رہیگی وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت وسطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بنجائے اگرچہ لوگ اوسکے قہر وغلبہ کے سبب اوسکے ہاتھ پر بیعت بھی کرین یہ صورت بے اختیاری مجبوری ہی اسمین مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہین کہ نہ اونکے اختیار سے ہے نہ اوسے معزول کرنا اونکے قابو مین۔ یہان اقامت جمعہ و اعیاد و تزویج صغار و ولایت مال و تولیت قضا وغیر ذلک امور مفوضہ خلیفہ مین اوسکے ہاتھ کے سب کام نافذ ہونگے امر جائز شرعی مین اوسکی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہو بلکہ آزاد بھی نہو حبشی غلام ہو کہ اثارت فتنہ جائز نہین یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب مانتے ہین اور اسے انتفای شرط قرشیت سے علاقہ نہین بہرا وجوب اطاعت اور۔ اور اوسکا خلیفہ شرعی ہوجانا اور۔ اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ متغلب ہوگا۔ انکے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکا دیا ہو عبارتین وہ نقل کرتا ہے جنمین متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور اونمین اپنی طرف سے یہ ٹکڑ لگالیتا ہی کہ اوسیکو خلیفہ ماننا چاہیے یہ محض باطل ہی اور اسمین بحث ہے نہ کہ اطاعت مین خود اونھین محققین شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اوسمین ہے

هذا كله انما هو فيما يكون بطريق الاختيار واما لو تغلب عبد بطريق الشوكة فان طاعته تجب اخمادا للفتنة مالم يأمر بمعصية یعنی یہ سب اوس حالت مین ہے کہ کسیکو بطور

اختیار امامت مچجائے اور اگر کوئی ظالم اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بچانے کے لیے اطاعت اوسکی بھی واجب ہوگی جبتک گناہ کا حکم نہ دے۔ دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار ولپسند سے ہو نہ کہ شرط قرشیت کو اختیاری کر چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو متغلب ہی کہا شرح مقاصد میں ہے وبالجملة مبنی ما ذکر فی باب الامامة علی الاختیار والاقتدار واما عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمة والاشرار فقد صارت الریاسة الدنیاویة تغلبیة وبنیت علیها الاحکام الدینیة المنوطة بالامام ضرورة ولم یعبأ بعدم العلم والعدالة وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والی اللہ المشتکی فی النائبات یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اوسکی بنا اختیار وقدرت پر ہے اور جب حالت مجبوری ولاچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اوسوقت پر دنیوی ریاست تغلب پر رہجائیگی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں بمجبوری اس جبی ریاست پر بنا کیے جائینگے اور علم وعدالت وغیرہ شرائط نہ ہونیکا لحاظ نہ ہوگا۔ مجبوریاں ناجائز کو روا کر لیتی ہیں اور ان مصیبتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔ آنکھ کھولکر دیکھو کہ وہ جنھیں کیا فرما رہی ہیں اور کیونکر اوسے تغلب اور دنیوی ریاست بتا رہی ہیں مگر دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے تنبیہ یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنھیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارت شامی سے دھوکا نہ دے لیصیر اماما بالمبایعة وباستخلاف امام قبلہ وبالتغلب والقہر آگے مسایرہ سے ہے لو تعذر وجود العلم والعدالة فیمن تصدی للامامة وکان فی صرفہ عنہا اثارة فتنة لا تطاق حکمنا بانعقاد امامتہ کی لا تکون کمن یبنی قصرا ویہدم مصرا کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بنجائے اور اوسکے جدا کرنے میں ناقابل برداشت فتنہ ہوا۔ اوسے امام مانا۔ اوسکی امامت کو منعقد جانا۔ اور یہی خلافت شرعیہ ہے۔ حاشا یہ محض دھوکا ہے۔ صاف تو تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز اسی فصل اس عبارت کے بعد ہے واذا تغلب آخر علی المتغلب وقعد مکانہ انعزل

الاول وصار الثانی اماما اس متغلب پر دوسرا تغلب کرکے اسکی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول ہوا اب یہ دوسرا متغلب امام ہو جائیگا یعنی اسکے ایک سطر بعد ہے لکن الثالث فی الامام المتغلب نیز باآنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھدیا کہ قد یکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمن دیکھو باآنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کیجاتی تھی عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہا کے باعث تصریح فرمادی کہ باوصف بیعت ہیں متغلب۔ رحمن عزوجل انھیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللھم آمین۔ بلکہ یہاں لفظ امامت کا اطلاق عرف فقہا میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان موادعت وصلح)

لاجرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ کہ بمعنے خلافت شرعیہ اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمة من قریش میں اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں والی شہر وسردار حجاج کو بھی کہتے ہیں مگر الامراء من قریش میں قطعا خلفا ہی مراد تنبیہ امامت متغلب صحت خلافت بالای طاق۔ حکم اتباع بھی نہیں لاتی ہاںتک اشارت فتنہ یا ضرورتا ادی دہ ہو جسکا بیان مقدمہ میں گزرا حیف اونپر جو مسلمان کہلاکر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اوسے اپنا رہنما بناتے ہیں وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا کیا خوف نہیں کرتے کہ روز قیامت اونھیں کے گروہ میں محشور ہوں جنکو قرآن عظیم نے فرمایا فقاتلوا ائمة الکفر کفر کے اماموں سے لڑو اور فرمایا وجعلنھم ائمة یدعون الی النار ہم نے اونھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں قال اللہ تعالی یوم ندعو کل اناس بامامھم جسدن ہم ہر گروہ کو اوسکے امام کے ساتھ بلائینگے یعنی جسکو اونھوں نے امر دین میں پیشوا بنایا اور اوسکے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا کہ فمن اوتی کتابہ بیمینہ جنکا نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا ومن کان فی ھذہ اعمی ۔۔ جو یہاں راہ حق سے اندھے تھے نسئل اللہ العفو والعافیة (۲۷) ہمارے زمانے کی گمراہی

اور حنفیہ کی کتب سے تو استحالی ہونا ارباب عقل پر پوشیدہ نہیں یہ حنفیہ اور انکی کتب پر صلت
شنیع افترائے قطیع ہے اسقدر عبارات کہ یہاں گزریں انہیں میں عقائد امام مفتی الجن والانس نجم الملۃ
والدین عمر نسفی اتحاف علامہ سید مرتضیٰ زبیدی مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین
تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا شرح مواقف علامہ سید شریف منح الروض علی قاری طریقہ
محمدیہ امام برکوی حدیقہ ندیہ سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی مرقاۃ شرح مشکوۃ قاری
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی شرح مشکوۃ سید جرجانی اشعۃ اللمعات شیخ محقق
عبد الحق محدث دہلوی فتاوی سراجیہ علامہ سراج الدین اشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم
فتح اللہ المعین سید ازہری غمز العیون علامہ سید حموی در مختار مدقق علائی حصکفی حاشیہ
علامہ سید احمد طحطاوی ردالمحتار علامہ سید ابن عابدین شامی تمہید امام ابو الشکور سالمی
مجمع البحار علامہ طاہر فتنی شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تیس عبارتوں سے
زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص نص شریف
گزرا کیا اب بھی محررہ فرنگی محلی کے کذب واغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا (۲۸) پھر کہنا لفظ
ینبغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے ینبغی ان یکون الامام
ظاہرا لا مختفیا ولا منتظرا ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم قطع نظر اس سے کہ
اگر لفظ ینبغی مسلّما محتمل وجوب نہ ہوتا صیغے استحباب میں منحصر ہوتا جب بھی یہاں حمل ممکن تھا
سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدۂ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یہاں یہ معنی ممکن
یہ معطوف نہیں بلکہ ینبغی پر یہاں تو نفس عبارت میں علامہ صاف فرما رہے ہیں لا یجوز من غیرھم
غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں پھر دونوں احتمال بتانا کسقدر آفتاب کو جھٹلانا ہے
افسوس کہ اتنے فاصلہ سے لفظ ینبغی دکھائی دیا اور بالفصل ملا ہوا لا یجوز من غیرھم
نظر نہ آیا (۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور محررہ فرنگی محلی نے عبارات شرح مواقف پر ڈھایا
کہ اوسمیں لکھدیا ہے للامۃ ان ینصبوا فانھا امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شروطیں ہوں

لا سے خلیفہ کرے انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ انھون نے ابتدا مین مختلف فیہ شرطین بیان
کین اصول وفروع مین مجتہد ہونا امور جنگ مین ذی راے ہونا شجاع ہونا انکی نسبت فرمایا
کہ جتنی یہ شرطین ہون امت اوسے ہی خلیفہ کر سکتی ہی اسکے بعد شرط قرشیت لکھی اور اوسے
فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہی اور اہلسنت کا مذہب ہے اسمین مخالف خارجی معتزلی ہین۔ اون
اختلافی شرائط پر جو اوپر کہا تھا اوسے یہان لگا لینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغواے
عوام ہی اسکی نظیر یہی ہی کہ عالم فرمائے نماز کی شرطین نجاست حقیقیہ سے جسم وثوب ومکان کی
طہارت ہی یہ شرطین بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہین اور اوسکی شرط قطعی یقینی نجاست
حکمیہ سے طہارت ہی کہ وضو وغسل یا تیمم سے حاصل ہوتی ہی اسپر کوئی فرنگی محلی صاحب فتوی دین
کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی نماز صحیح ہوجاتی ہی کہ عالم نے فرمایا ہی کہ یہ شرطین
بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہین عالم نے کن شرطون کو فرمایا تھا اور انھون نے کس مین لگا
لیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسلمانو! دیکھا دین وسنت ومذہب وملت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہین ادھر پیروان
شریعت کو آنکھین دکھاتے ہین مگر ہی یہ کہ مجبور ہین باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے
ورنہ وما یبدئ الباطل وما یعید ٥ محققین اہلسنت پر افترا امام سنت علیہ الرحمہ پر افترا شافعیہ
پر افترا حنفیہ پر افترا واضحات سے عناد تحریف سے استمداد ائمہ کی تکذیب اہلسنت کی تخریب
اجماع صحابہ سے برکنار اجماع امت سے برسر پیکار اور پھر یہ سب کس لیے محض بلا وجہ
محض بیکار جسکا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سینے گا ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۳۰) یہ سب کچھ لکھکر خاتمہ اسپر کیا کہ باوجود بحث طلب نکلے
مینے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہین کیا بحسن اصرور رنج کوئی بیہودے ہین۔ اوسپر
اجماع ثابت نہین۔ حدیث سے دلیل نہین محققین اہلسنت کو نا مقبول امام سنت کو یکسر اوس
سے عدول محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری۔ کتب حنفیہ سے محض استحبابی۔ اور کیا انکار

یت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں (۳۱) الحمد للہ کہ آپ کو شرط قرشیت سے انکار

تو ضرور آپکے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور بداہۃً معلوم کہ ہماری ترک

لی قرشی نہیں تو آپکے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت

بھی تو فنا کی گود میں لیٹی مگر سوال یہ ہے کہ آپکے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع نہ نص

ہب حنفیہ نہ مقبول اہلسنت پھر زبردستی اوسے مانکر خلافت ترک فنا کرکے آپ

کے خیر خواہ ہوئے یا آپکے بدخواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کدھر گئے ہیں

تنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں ای جناب آپکے بڑے لیڈر مسٹر

اد تو دہلی میں ۱۶ جنوری سنہ ۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف کہہ

ہیں کہ اگرچہ نماز کا پابند ہو روزے رکھتا ہو لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام

سے خارج ہے یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا دوسرے

اپنی خطبہ صدارت خلافت کانفرنس منعقدہ ستمبر سنہ ۲۰ء میں ہے اگر کوئی مسلمان مسئلہ

لافت کی امداد سے گریز اور اوس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اوسے کافر کہنے

ن کسی قسم کا کوئی پس وپیش نہ ہوگا اب دیکھیے یہ آزاد والی تکفیر یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو

اسلام سے آزاد و کفر کا پابند کرتی ہے یا آپ آزاد والا کے مستثنیات عامہ میں ہیں وہ قانون

رت کالے لوگوں کے لیے ہے (۳۲) پھر کہا بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت

شیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ وجوباً اولویتہً اول مذہب روافض سے بھی بڑھکر

وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار

یں آپنے جزئیت شرط کرکے سوا علی کی خلافت بھی کردی اور بر تقدیر دوم اسے بحث ہی

علاقہ ہو اکیا قرشیت بھی صرف مرتبہ اولویت میں ہے تو یہ کعبی معتزلی کا مذہب ہوا اور اوسکا

جواب بھی آ ہی کہا تھا کہ ہمنے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نکیا یا قرشیت واجب ہے

پنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھیے وہ دیکھیے مسٹر آزاد و بدایونی کفر کا فتویٰ لگا چکے بہرحال

لہ اخبار ریاست ... جمادی الاولیٰ ... سنہ ... عہ اخبار ہمدم ... جلد ... ہمدم ... جنوری سنہ ... نمبر ...

اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا (۴۳) پھر کہا یہاں خلافۃ فی القریش مین بحث نہین یہان خلیفہ مسلم
پر بغاوت کا مسئلہ ہی بے ترتیب خلیفہ کہا اور خلافۃ فی القریش کی بحث نہ آئی کچھ بھی سمجھکر
فرمائی (۴۴) بغاوت خلافت اگر غاشی اصطلاحین ہین تو ادسے کام نہین اور اگر معانی شرعیہ
مراد ہین تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکینگے جو اونھون نے صدہا سال سے سلاطین
کی نسبت لکھا وہ جو فصول عمادی و در منتقی شرح ملتقی تہذیب قلانسی و جامع الفصولین طحطاوی
علی الدر المختار وغیرہا مین ہی هذا کان فی زمانهم واما فی زماننا فالحکم للغلبة لان الکل
یطلبون الدنیا فلا یدری العادل من الباغی یعنی یہ امتیاز کہ فلان عادل ہی اور دوسرا باغی
زمانۂ سابق مین تھا ہمارے وقت مین غلبہ کا حکم ہی اس لیے کہ سب دنیا طلب ہین تو عادل و باغی
کا امتیاز نہین (۴۵) آغاز مین کہا اہلسنت مسلم متغلب یعنی فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض
اور امامت کو درست مانتے ہین امامت سے اگر خلافت مراد جیسا کہ یہی ظاہر ہی تو قطعا مردود
جسکا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود تو حق ہی مگر گزارش یہ ہی کہ جب مسئلہ یون تھا
اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی
مسئلۂ خلافت چھیڑا جائے اجماع صحابہ و امت او کھیڑا جائے مذہب اہلسنت و جماعت ادھیڑا
جائے۔ سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت بقدر قدرت کیا واجب نتھی
ظاہر اس شق مسلمین و رد اجماع صحابہ و ائمہ دین و مخالفت مذہب اہلسنت و جماعت
و موافقت خوارج وغیرہم اہل ضلالت مین تین فائدے سوچے اولا در پردہ حمایت ترکون
سے مخالفت جسپر باعث وہابیہ و دیوبندیہ سے یارانہ و موافقت۔ وہابی و دیوبندی
ترکون کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہین جیسا کہ تمام اہلسنت کو یو ہین مانتے ہین اندا
دل مین اونکے سچے دشمن ہین اور دوست کا دشمن اپنا دشمن اسلیے اونکی حمایت اور کام
سے اوٹھائی جسمین مخالفت پیدا ہو ثانیا اپنے محمودین اہلسنت سے بچا رنگا اپنا
معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہین سکتے نہ خود نہ وہ۔ خالی پیچ پکار کا نام حمایت رکھنا ہی۔ الیٰ آخرہ

ودین اول تو خود غلط ہے بلکہ شر کہ خود ہی خبث جانکر صرف توجہ الی الصدر پر قانع رہینگے اور اگر
شاید شرکت چاہین تو اونھین مذہب اہلسنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہی مذہب ہی اونکے
نزدیک بچیز ہی لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو وہ شریک نہ
ہون تو نہون۔ اور کہنے کو موقع ملجائیگا دیکھیے انھین مسلمانون سے ہمدردی نہین یہ تو معاذ اللہ
نصاری سے ملے ہوے ہین تاکہ عوام اونسے بھڑکین اور دیوبندیت وہابیت کی بیخ جمین ۔
تا انشا ترکون کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہی اصل مقصود ابتلای ہنود و سوراج کی چکھی ہی
بڑے بڑے لیڈرون نے جس کی تصریح کردی ہی ہماری بھر کم خلافت کا نام لو عوام بھرین
چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینین آزاد کرانے کا کام چلے ۔ ای پس رو مشرکان
بزمزم نرسی کین رہ کہ تو میروی بگنگ وجمن ست ؎ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ ترکی سلاطین
اسلام پر رحمتین ہون وہ خود اہلسنت تھے اور ہین مخالفت مذہب اونھین کیونکر گوارا ہوتی
اونھون نے خود خلافت شرعیہ کا دعوی نفرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس
لحاظ مذہب کی برکت نے اونھین وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المؤمنین وخلیفۃ المسلمین سے
دلکشی مین کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کہان ان القاب سے کام نہ چلتا جبتک مذہب و
اجماع اہلسنت پاؤن کے نیچے نہ کچلا جائے نعوذ باللہ مما لا یرضاہ والصلاۃ والسلام علی
مصطفاہ والہ وصحبہ الاکارم الہداۃ

فصل سوم

رسالہ خلافت مصنفہ مسٹر ابوالکلام آزاد کی تلبیسات و ہذیانات کی مختصر گزارش

یہ ۳۵ ورق کا ہے خطبہ صدارت فرنگی محلی کی ۵ سطری تحریر قبل جلسہ بدا شدہ تھے اب بعونہ تعالی
چار حرف انکے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گذارش ہون وباللہ التوفیق ۔

اور سلسلۂ شمار وہی رہے کہ بعضے میں بعض یہان کلام چند مبحث ہے

مبحث اول مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳) مسٹر آزاد نے بڑا زور اسپر دیا ہے کہ اسلام تو قومی امتیاز کے اوٹھانیکو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کیلیے کیسے خاص کرسکتا یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبعزاد نہیں خارجی خبیثون سے سیکھا ہے کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم یورپین انکی اگلون نے نہین کی کہی ہی انکا ادنے دل ایک سے ہین خارجیون نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جسکا اہلسنت نے رد کیا مقاصد مین ہے اشتراط کونہ قرشیا وخالفت الخوارج لانہ لا عبرۃ بالنسب فی مصالح الملک والدین ورد بان لشرف الانساب اثرا فی جمیع الآراء وبذل الطاعۃ ولا اشرف من قریش سیما وقد ظہر منہم خیر الانبیاء امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیون نے اسمین خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت و دین مین نسب کا کچھ اعتبار نہین۔ اہلسنت نے انکار کیا کہ ضرور شرف نسب کو اسمین اثر ہے کہ رعایا کی رائین اوسپر اتفاق کرین اور دل خوشی سے اوسکے مطیع ہون۔ اور قریش کے برابر کوئی شریف نہین خصوصا اس حالت مین کہ افضل الانبیا صلے اللہ تعالے علیہ وعلیہم وسلم نے اونھین مین سے ظہور فرمایا شرح مقاصد مین ہے ولہذا شاع فی الاعصار ان یکون الملک فی قبیلۃ مخصوصۃ حتی یری الانتقال منہ من الخطوب العظیمۃ والاتفاقات العجیبۃ ولا الیق بذلک من قریش الذین ہم اشرف الناس سیما وقد اختتم علیہم الرسالۃ والتشرت منہم الشریعۃ الباقیۃ الی یوم القیمۃ اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانون مین شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے مین ہو یہانتک کہ اوس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقال سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے زیادہ اسکا لائق کوئی نہین کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہین خصوصا اب کہ اونھین پر رسالت ختم ہوئی اور اونھین سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہیگی کتاب مبارک ازالۃ الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو کسقدر احادیث کثیرہ نے کہان کہان فضیلت نسب کا اعتبار

فرمایا ہے۔ اور نکاح میں شرعاً اعتبار کفارت سے تو عالم بننے والے جاہل بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں اور اوسمیں خود احادیث وارد۔ آیات و احادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقوی و فضائل دینیہ کو بھولے اور خالی شرف نسب پر تفاخر اپھولے (۴۷) مسئلے نے احادیث الائمۃ من قریش ولا یزال ھذا الامر فی قریش سے تو یون جان بچائی کہ یہ کوئی حکم نہی نہیں کہ احکام میں فضیلت نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہیں جسکا رو بعونہ تعالےٰ ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کرینگے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قدموا قریشا ولا تقدموھا قریش کو مقدم رکھو اور اون پر تقدم نہ کرو۔ یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المومنین مولیٰ علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابونعیم و دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبد اللہ بن حنطب نیز عبد اللہ بن سائب .... سے روایت کی

رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین نیز مرسل ابو بکر بن سلیمن بن ابی حثمہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر و نہی ہے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے انہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیسا صریح حکم فرما رہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر طعن کرینگے کہ اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عامہ کیطرف بلاتا لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک بلکہ نہیں اپنے ہی وطن۔ وطن نہیں خاص اپنے قبیلے۔ قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کیلیے مخصوص کر دے۔ ساری دنیا سے کہے تمھارے سارے ہتا کہو کہ حق جھوٹے میں سچا حق صرف عمل و اہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لیے یہ کر جائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم

وترجیح سے بدل لیجیے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھاڑ ملاحظہ کیجیے بلکہ اس تبدیل کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلی تقدیمات سے ہے (۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اوس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے۔ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اونکے لیے لزوماً کوئی خاص مقام ع شاخ گل ہر جاکہ روید ہم گل ست ۔ (۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیہ کے مذہب کیطرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے (۴۰) نرمحل نہ اہلبیت صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم وصحابہ وا ہلسنت پر افترا ہے کسنے کہا ہے کہ خلافت کیلیے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو۔ قرشیت کیساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے یہ گمان ہو کہ کسیوقت تمام جہان میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہو جائیں وسوسۂ ابلیس ہے اب کبھی نہ ہوگا کہ مصطفے صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہجائیں صرف ایراخیر اہلبیت کا پھندنا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم تو فرما چکے کہ دنیا میں جبتک دو آدمی بھی رہینگے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعا قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اسکا اہل ضرور رہیگا لہذا بعض فقہاے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرضی ہے واقع کبھی نہ ہوگی۔ شرح بخاری للحافظ میں ہے قالوا انما فرض الفقهاء ذلك على عادتهم في ذكر ما يمكن ان يقع عقلا وان كان لا يقع عادة او شرعا یعنی علما نے فرمایا اون فقہا نے یہ صورت اپنی اوس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی ہو عادۃ یا شرعا کبھی واقع نہ ہو۔ خصوصا حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اسکے خلاف کلام جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔

لہ قال الحافظ قلت والذي حمل قائل هذا القول عليه انه فهم منه ذلك من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يزال هذا الامر في قريش الخبر المحض خبر انصادق لا يتخلف واما من حمله على الامر فلا يحتاج الى هذا التاويل اهو كتبت عليه اقول بل يحتاج اليه فانه لو خلا شرعا او عادة ان تكون (حاشیہ برصفحہ)

(۱۴۱) مسٹر نے کہا غیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہو لیکن ہم اور کر لیتے اگر قرآن و سنت نے واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقلی ڈھکوسلا اور اک استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں ہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں الحمد للہ بیان تو کچھ اسلامی جامے میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جدا ہیں۔ ہم نصوص متواترہ و اجماع صحابہ و اجماع امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ بھلا اسلام کیں خصوصیت نسل مان سکتا جسکو خود کہہ رہے ہو کہ تمہارا نرا عقلی قیاسی ڈھکوسلا ہی واپس لیجیے اور اجماع امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ پر ایمان لایے۔

مبحث دوم۔ رد احادیث نبوی میں مسٹر کی بیجا سعی وکوشش

(۱۴۲) بزور زبان بڑا زور اسپر دیا ہے منا کہ خلافت قریش کی نسبت جسقدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہونگے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام و اتحاف سید زبیدی و مسامرہ شرح مسایرہ و تعلیقات علامہ قاسم و طوالع الانوار علامہ بیضاوی و مواقف علامہ قاضی عضد و شرح مواقف علامہ سید شریف و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاۃ قاری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدۃ القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوۃ علامہ طیبی و شرح مشکوۃ علامہ سید شریف و امام اجل ابو بکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محقق و غمز العیون سید حموی و حاشیۃ الدر للسید الطحطاوی و للسید ابن عابدین و کواکب

بقیہ حاشیہ ۲۲ القریش فی شیء من الازمنۃ سلاطین من اہلیۃ الخلافۃ کما زعمہ بعض مبطلی ما ننا و قد امر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان لا نجعل الخلافۃ ابدا الا فی قریش فیدوم ذلک فی ذلک الزمان مرا باستیفۃ الامر الی اہلہ و ہو محال فلو لا امر ربی تاویل فیہ لای مر من الظاہر ما ہو استنباط امر لغیرہ منطوق الحدیث فافہمہ ۱۲ منہ

کرمانی و مجمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی عبارات کثیرہ کتابی گزرین ہاس جملہ کے رد
بس ہین مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے مین تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپکو اعلے جانتے ہین
اونکے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہین اور سلطان کا نام
محض دکھاوا ہی تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانیکا دعوی ہی دیکھو رسالہ خلافت کا
اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہوجاؤ مین تمہین راہ حق کی ہدایت
کرونگا جسکا بیان بعونہ تعالی بحث اخیر مین آتا ہی مگر الحمد للہ مسلمانون مین اب بھی لاکھون ہم
ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالا خوانیون امنگون شطحیات کی انکی ترنگون کو
بادشتر سے زیادہ نہین جانتے (۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین لا یزال ھذا الامر فی
قریش بہ ہی اسمین لفظ وہ لیے جو صحیح بخاری مین واقع ہوئے ما بقی منہم اثنان اور کہدیا
صلا اس سی ہمارے بیان کی مزید تصدیق ہو گئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہی اگر
اسکا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جبتک دو انسان بھی قریش مین ہین خلافت انہین کے قبضہ
مین رہیگی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہی۔ ہزارون قریشی موجود رہی اور خلافت قریش سے
نکل گئی پس ضرور ہی کہ ما بقی منہم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دیجائے اور وہ یہی ہی
کہ اگر قریش مین دو بھی خلافت کے اہل ہونگے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر
جب دو بھی اہل نہ ہین تو مشیت الہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسرونکو اس کام پر مامور
فرما دیگی اور قریش خلافت سے محروم ہو جائینگے چنانچہ تاریخ شاہد ہی کہ ایسا ہی ہوا جب دو
قریش بھی دنیا مین حکمرانی کے اہل نہ رہی خلافت نے معا صفحہ الٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی وغیر
قریشی خلافت کا دور شروع ہو گیا۔ اور کمال جسارت و بیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا
صلا عمدہ طریق وہ ہین جو بخاری نے اختیار کیے ہین لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی
نہین جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشین گوئی تھا نہ تشریع و امر بھا الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو
ہو اولا مسلم نے یہ حدیث خود انہین استاذ بخاری احمد بن عبد اللہ یونس سے جنسے بخاری نے

نے کسی یونہی روایت کی لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان ہمیشہ خلافت قریش ہی مین ہوگی جبتک دنیا مین دو آدمی بھی باقی رہین اسیطرح اسمٰعیلی نے مستخرج مین روایت کی ما بقی فی الناس اثنان جبتک آدمیون مین دو بھی رہین۔ یہ روایتین روایت بخاری کی مفسر ہین کہ منہم سے مراد من الناس ہے لاجرم مرقاۃ علی قاری مین اوسکی یہی تفسیر کر دی منہم ای من الناس (اثنان) جبتک اونمین سے یعنی آدمیون سے دو بھی رہین ولہذا امام اجل ابو زکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتین ذکر کین پھر فرمایا وفی روایۃ البخاری ما بقی منہم اثنان ھذہ الاحادیث واشباہہا دلیل ظاہر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدہا لاحد من غیرھم بخاری کی روایت مین ہو جبتک اون مین سے دو آدمی باقی رہین یہ اور انکی مثل حدیثین صریح دلیل ہین کہ خلافت خاص قریش کیلیے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہین کیا جاسکتا حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری مین لکھا امام عینی امام ابن حجر نے شروح بخاری مین اس حدیث کی شرح مین امام قرطبی کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ ای لا تنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مہما وجد احد منہم یعنی مراد حدیث یہ ہو کہ جبتک ایک قریشی بھی دنیا مین رہے دوسرے کے لیے امامت کبریٰ ہو ہی نہین سکتی دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا کہ روایت مسلم مین تھا تماشا یا اگر تغیر نمانو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیون نہ ارجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمھاری سند کہ منہم ہے ثابت نہ ہوگی تماشا کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہی اور حدیث وفقہ کا سمجھنا احد و من کا ترجمہ سرا دانی کا ترجمہ تک کر لیتے کہ نہین ہٹا اگر ضمیر قریش کیطرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جبتک ایک قریشی بھی رہے جسطرح ابھی امام قرطبی و امام عینی و امام قسطلانی کے لفظ سن چکے اسکی تاویل آپ حسب عادت کہ قرآن کریم مین اپنی طرف سے اضافے کر لیتے ہین حدیث مین یہ ہیچر بڑھاتے کہ یعنی جبتک ایک قریش خلافت کا اہل ہو دو کی نیت پہ موقوف فرمانا کیا معنی کیا خلیفہ ایک وقت مین جبھی ہو سکے مین

ہرگز نہین۔ ہان آدمیون کیطرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کم سے کم دو ہی کا
ایک حاکم ایک محکوم اب تو آپنے جانا کہ منہم کی ضمیر قریش کیطرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھا والعیاذ
جانے دو آخر اسقدر کے تو منکر نہین ہو سکتے کہ صحیح مسلم مین لفظ حدیث مابقی من الناس اثنان تھے
اب کہان گئی وہ آپکی بالاتوالی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہین اب دیکھین اسے
کیسے پیشگوئی بناتے ہو حدیث کا ارشاد تو یہ ہی کہ جبتک دنیا مین دو آدمی بھی ہون خلافت
قریش کیلیے ہے اسے خبر یعنی مزعوم مسٹر ہی ٹھہرائیگا جو اللہ و رسول کو جھٹلائیگا اور اگر انہی
کے جیسے تو معنے یہ ہونگے کہ جبتک دنیا مین دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہینگے خلافت قریش
ہی کے قبضے مین رہیگی اب کیون نہین اور بھی زیادہ اوچھلکر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف
ہی خلافت صدہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کبھی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا
مین دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہون۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی و تیز زبانی یہان دکھا کر ثبوت
دینگے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا مین
دو شخص بھی قابل حکمرانی نہ رہے خاصا آپکے نزدیک چار سو سولہ برس سے خلافت شرعیہ ترکون
مین ہی تو ضرور ہی کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہون کہ نااہل خلیفہ نہین ہو سکتا معہذا قریش سے نکالی
تو انکی نااہلی کے باعث اور پھر دیجاتی نااہلونکو یہ کونسا قانون اصلح ہی اور جب وہ اہل تھے
اور ہین تو واجب کہ چار سو سولہ برس سے روئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابل حکمرانی نہ ہو۔ ورنہ
دنیا مین دو شخص اہل حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نجاتی اب اس بدیہی البطلان بات
کا ثبوت آپکے ذمے ہے کہ سولہ اوپر چار سو برس سے تمام جہان مین سلطان ترکی کے سوا کوئی
متنفس قابل حکمرانی پیدا نہ ہوا کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہا تمام ملک
خدا مین سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صدہا سال انکی حکومتین ہین کیسے سلطان
کافرکش دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی انار اللہ تعالے
برہانہ اگر آپکے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے نااہل تھے تو اکبر

نالائق تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحاد مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیشگوئی بتاکر تکذیب
حدیث کے سامنے کرکچھ معنی نہیں سادے تھا آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ دو قریش بھی
حکمرانی کے اہل نہ ہوئے کونسی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام روئے زمین
پر کوئی بھی قریشی وہ ہاشمی وہ سید ابن الرسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا
ہی نہ ہوئے بفضل الٰہی تو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخاندان محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وآل محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدہا سال سے اوٹھالیا گیا اور این دآن کو بتا ہی
حد بتا لیکیا آپکے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر ہی جسنے حکمرانی نپائی نا اہل تھا جسنے پائی
اہل تھا تو ضرور آپ پلید مرید خبیث عنید نجس یزید کو لائق بتائینگے اور حضرت امام عرش مقام
علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائینگے اور جب یہ معیار نہیں
بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہی تو کیا آپنے سات سو چاہے برس سے آجتک کے تمام قریشیوں کی
جانچ کرلی ہی کہ نالائق تھے چار سو برس چھوڑیے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے
دیجیے صرف بنی ہاشم سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجیے
کہ جہان بھر میں اوس سال یہ یہ سید تھے نام گنانا بھی نہ سہی فقط کسی سال کو تمام سادات
کی مردم شماری بتا دیجیے جب اسقدر پر قدرت نہیں تو سات سو چار سو برس کے تمام عالم
کے تمام قریشیوں کی جانچ آپنے ضرور کرلی ہوگی وہ معلوم کرلیا کہ سب نالائق تھے اور اب تک سب
نالائق ہیں۔ افسوس آپکا مبلغ علم ہی تاریخی کہانیاں تھا او پھر بھی ایسا جیتا افترا جوڑ اتارنا
ہزار بے تحکمی ہو ان الہام سے نشے کا ہذیان بکتے اور نہیں بھی ملد آئیگی سابقا فصل
اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر بمعنے امر ہی اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی
ائمہ آپکی شان انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی ہی میں منحصر ہے جو محض خلاف واقع
ہو سا اور اپنی طرف سے بحر لگانی کی ضرورت پڑے کیوں نہ کیجیے جسطرح امام قرطبی وامام
عینی وامام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریعی ہے جو بمعنی منصب شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہی اور اصلا محتاج تاویل نہین یعنی خلافت شرعیہ ہمیشہ قریش مین رہیگی اونکے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی یہ خلافت کیلیے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرار خلافت سے جیسے خلاف واقعات کیسے مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار مین ہی اسکے یہ معنی کہ پھول جب کھلیگا بہار ہی مین کھلیگا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب ہے اور بہار بارہ مہینے ثامنا اقول بلا فصل استمرار ہی لیجیے تو کیون نہ ہو کہ ھذا الامر سے مراد استحقاق خلافت ہو اور وہ بلاشبہہ قریش مین مستمر اور اونھین مین منحصر ہے جسطرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاق خلافت قریش ہی کو ہی اونکا غیر نہ ہوگا مگر متغلب۔ (۵۱) مسٹر نے یونہی سری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اوڑانے اور نری خبر بنانے کے لیے کیا کیا دوڑ دوڑی سوار بگڑے ہین ص۱۳ صحیح بخاری کے ترجمۂ باب سے صاف واضح ہی کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہی انھون نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش مین امارت و امرا نہ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی مین ہونی چاہیے۔ سبحٰن اللہ یہ ہی مسٹری ولیڈری وایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہی کہ الفاظ حدیث ترجمۂ باب کرتے ہین نیز وہ الفاظ جو اونکی شرط پر نہ ہون ترجمہ سے اونکا پتا دیتے ہین حدیث انھین لفظون سے تھی انھین سے باب باندھا نیز یہ لفظ اونکی شرط پر نہ تھے ترجمہ سے اونکا اشعار کیا۔ اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اوسپر یہ تحکم کہ صاف واضح ہی کس قدر جہل فاضح ہی فتح الباری شرح بخاری مین ہی لفظ الترجمۃ لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین وابو یعلی والطبرانی ترجمۂ باب کی عبارت اوس حدیث کے لفظ ہین جو یعقوب بن سفین وابو یعلی وطبرانی نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی پھر فرمایا لما لم یکن شی منھا علی شرط المصنف اقتصر علی الترجمۃ واورد الذی صح علی شرطہ یہ روایتین شرط بخاری پر نہ تھین ان الفاظ کو ترجمہ مین لانے پر اقتصار کیا اور اونکے مؤید وہ حدیثین لائے جو اونکی شرط پر تھین (۵۲) ص۱۳ ایک اور حدیث ہی کہ مذکور ہے

کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہونگے اس عزیبان نے ظاہر کردیا کہ اس بارے میں جو
کچھ کہا ہے اس سے صرف آئندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں بارہ خلافتوں کی پیشگوئی
اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبریں ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے یعنی
شارع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم
شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پچریں لگا کر خبر پڑھا لی
دینا واجب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس قدموا قریشا و لا تقدموها قریش کو مقدم رکھو
اور ان پر تعدم نہ کرو یہ بھی امر دینی نہیں خبر ہوگا کیونکہ ان کی صرف دانی ہیں قدموا صیغہ مضارع
ہے اور لا تقدموا صیغہ نفی بات دی کر یہ تثبت بکل حیثیں (۲۳ تا ۲۵) ۶۲۵-ا محدث نے حدیث قطانی
و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے اور لا یہ علیاری
و چالاکی اغر موات قریش والی روایات کہا جس سے حدیث الامراء من قریش و حدیث الائمہ من قریش و
حدیث لا یزال ہذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے
تشریع ثابت نہیں نری خبر ہے نہ زیر نمبر ۲۴ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں ان کی عبارتیں فصل
دل میں دیکھیئے اور اس کذب صریح سے توبہ کیجئے ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن
تصریحوں سے کیوں منکر ہو **ثانیا** ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے
ان ہذا الامر فی قریش لا یعادیہم احد الا اکبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا
الدین بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کریگا اللہ اسے اوندھے منہ گرائیگا جبتک
قریش دین قائم رکھیں اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامت دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہو جانا
کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعا خلافت صرف قریش کے لیئے ہے اور یہ
خبر ہے اور مقید یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جبتک دین قائم رکھیں جب اوسے
چھوڑیں گے خلافت جاتی رہیگی **ثالثا** عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو
لکھا وہ تو اس کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کرلیا جائے اور خود ان باقی احادیث

میں جو اُن کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت و اجماع صحابہ بتایا وہ انھیں کے کلام سے رد کر دیا جائے اور کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ کے سر پر سینگ ہوتے ہیں قرآن عظیم نے ایسے خصلت یہود بتایا کہ بات کو اُس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں رابع اعجب جماعت ائمۂ حدیث کی روشن و قاہر تصریحات حتیٰ کہ اجماع صحابہ و عقیدۂ اہل سنت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے اُن کے دو چار کا کنا کیوں حجت ہو آپ تو مجتہدین سے بھی اونچے اڑتے ہیں ہاں دو چار ضعیف مقلدوں کا دامن نہ تھامیے حدیث سے چلیے حدیث میں ما اقاموا الدین بعد جملہ لا یعادیھم احد الا اکبہ اللہ ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ ان ھذا الامر فی قریش سے کیوں جوڑ دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر ہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہے جس سے متصل ہے تو معنی حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رسوا ہوگا اب اپنے اجتہاد کی خبر لیجیے (۷۵ تا ۸۰) حدیث جلیل الائمۃ

من قریش پر ایک مقام حیث السند بھی صاف کیا ۱۲ ہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں فتح الباری میں ہے الائمۃ من القریش رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع اولا فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ و کثیر طرق سے حضرت ابو برزہ اسلمی و حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و حضرت انس بن مالک و حضرت ابوہریرہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن سفیان و ابو یعلیٰ و طبرانی و ابو داؤد طیالسی و بزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اُس میں انقطاع ہے صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اُس کے راوی حضرت عبد الرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حُمید بن عبد الرحمن ہیں اُن کو صدیق اکبر سے سماع نہیں۔ فتح الباری کی عبارت ملخصاً یہ ہے احادیث ابی برزہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیث انس ذکر کرکے کما اخرجہ النسائی و

۹

فتح الباری میں الائمۃ من قریش ۱۲ حدیث میں یہ بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حکم فلاں نسبت کی تھی حکم امام ابن حجر پر اس افترا علی المصطفیٰ کی تہمت دھرئیے ۱۲ منہ غفرلہ

البخاری ایضا فی التاریخ وابو یعلی من طریق بکیر الجزری عن انس وله طرق متعددة عن انس واخرجه احمد مثل اللفظ من حدیث ابی هریرة ومن حدیث ابی بکر الصدیق ورجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع واخرجه الطبرانی والحاکم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلی نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور امام احمد نے بھی لفظ الائمة من قریش حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی انھیں لفظوں سے کہ الائمة من قریش مسٹر نے اول آخر سب اڑا کر مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگا دیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے

ثانیاً فصل اول میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائمة من قریش کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید و اغوائے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی کیسی جرأت پر وبال ہے ثالثاً مرزا یہ کہ خود ہی صلاہ پر لکھ چکے تھے احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں سب صحیح ہیں اب یہاں یہ کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں جاری ہیں ودرفق بدفنی ماقد مت یداہ رابعاً دیں یہ اس کے متصل تھا یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا اب اس حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا۔ اگر یہ کلام اس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنا لینے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو ورود اعتراض کے لیے کہنا اس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعویٰ کو کوئی مدد نہیں

مل سکتی اولا یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، کیسا اعزاتے جہال ہے، یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشادات نبوت پر ظلم رانی۔

وَلاحول ولا قوۃ الا باللہِ العلی العظیم

تصانیف حضرت سُلطان باھُوؒ

عکسی
اورنگ شاہی

عکسی
کلیدِ جنّت

عکسی
حُجّۃ الاسرار

عکسی
مجالستہ النّبی

عکسی
حق باھُو

شرح
دیوانِ باھُوؒ

عکسی
اسرارِ حق

عکسی
عین الحق

عکسی
رسائلِ باھُو

عکسی
محک الفقراء

عکسی
کلید التوحید

الرّائیں پبلشرز
ملتان روڈ —— لاہور